ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد12

جمعۃ المبارک11/مارچ 2005ء

29/ محرم الحرام 1425 ہجری قمری ❁ 11/امان 1384 ہجری شمسی

شمارہ 10

نماز باجماعت کے شیدائی

حضرت اَسْوَد بن یزید نخفی کو جب ایک مسجد میں نماز باجماعت نہ ملتی تو دوسری مسجد میں چلے جاتے اور وہاں باجماعت نماز ادا کرتے۔

(صحیح بخاری کتاب الایمان باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

دیکھو یہ زمانہ بے وقت موتوں کا زمانہ آ گیا ہے۔ایسے وقتوں میں خدا تعالیٰ بچالیتا ہے ان لوگوں کو جوان مصائب اور عذابوں کے نازل ہونے سے پہلے اپنے آپ کی اصلاح کرتے اور دوسروں سے عبرت پکڑتے ہیں

”دنیا کے دن تو کسی نہ کسی طرح گزر ہی جاتے ہیں۔شب تنور گذشت وشب سمور گذشت ۔غرباء اور مساکین بھی جن کو کھانے کو ایک وقت ملتا ہے اور دوسرے وقت نہیں ملتا اور آرام کے مکان بھی نہیں ہوتے ان کی بھی گزر ہی جاتی ہے اور امراء اور پلاؤ،زردے کھانے والے اور عمدہ مکانوں اور بالا خانوں میں رہنے والے بھی اپنے دن پورے کر ہی رہے ہیں۔کسی کا دکھ درد سے اور کسی کا عیش میں گزارہ ہوتا ہے۔مگر عاقبت کا دکھ جھیلنا بہت مشکل ہے اور وہ عذاب اور اس کے دکھ درد نا قابل برداشت ہوں گے۔لہذا دانا وہی ہے کہ جو اس ہمیشہ رہنے والے جہان کی فکر میں لگ جاوے۔

سوتم نمازوں کو سنوارو اور خدا تعالیٰ کے احکام کو اس کے فرمودہ کے بموجب کرو۔اس کے نواہی سے بچے رہو،اس کے ذکر اور یاد میں لگے رہو۔دعا کا سلسلہ ہر وقت جاری رکھو۔اپنی نماز میں جہاں جہاں رکوع وسجود میں دعا کا موقعہ ہے دعا کرو اور غفلت کی نماز کو ترک کردو۔رسمی نماز کچھ ثمرات مترتب نہیں لاتی اور نہ وہ قبولیت کے لائق ہے۔نماز وہی ہے کہ کھڑے ہونے سے سلام پھیرنے کے وقت تک پورے خشوع خضوع اور حضور قلب سے ادا کی جاوے اور عاجزی اور فروتنی اور انکساری اور گریہ وزاری سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس طرح سے ادا کی جاوے کہ گویا اس کو دیکھ رہے ہو۔اگر ایسا نہ ہو سکے تو کم از کم یہ تو ہو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔اس طرح کمال ادب اور محبت اور خوف سے بھری ہوئی نماز ادا کرو۔

دیکھو یہ زمانہ بے وقت موتوں کا زمانہ آ گیا ہے۔بھلا پہلے کبھی تم نے اپنے باپ دادا سے بھی سنا ہے کہ اس طرح اچانک موت کا سلسلہ کبھی جاری ہوا ہو۔رات کو اچھا بھلا کام کاج کرتا اور چلتا پھرتا آدمی سوتا ہے اور صبح کو ایسی نیند میں سویا ہوا ہوتا ہے کہ جس سے جاگنا ہی نہیں۔اب جس گھر میں یہ موت آئی گھر کا گھر اور گاؤں کا گاؤں اس نے خالی کردئے۔ابھی انجام کی خبر نہیں کیا کیا دن آنے ہیں۔ایک نادان اپنی نادانی کی وجہ سے جب طاعون چند دن کے لئے رک جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کسی مصلحت سے اسے بند کرتا ہے وہ کہتا ہے بس اب گئی،اب نہیں آئے گی۔اومیاں! ایسا ہمیشہ ہی ہوا کرتا ہے کہ بیماریاں آتی ہیں چار دن رہ کر چلی جاتی ہیں۔مگر خدا کی باریک تدابیر سے وہ ناواقف ہیں۔وہ نہیں جانتے کہ وہ مہلت دیتا ہے کہ بھلا ابھی ان میں کچھ صلاحیت اور تقویٰ اور خوف بھی پیدا ہوا ہے یا نہیں۔

اس طاعون کا پچھلا تجربہ بتاتا ہے کہ ایک ایک دورہ ستّر ستّر سال کا ہوا کرتا ہے۔اس سے تو جنگل کے جانور نے بھی پناہ مانگی ہے۔جب انسانوں کو ختم کر چکتی ہے تو جنگل کے حیوانوں اور درندوں کو بھی ختم کر دیتی ہے۔ایسے وقتوں میں خدا تعالیٰ بچالیتا ہے ان لوگوں کو جو ان مصائب اور عذابوں کے نازل ہونے سے پہلے اپنے آپ کی اصلاح کرتے اور دوسروں سے عبرت پکڑتے ہیں۔خدا تعالیٰ ان کی حفاظت خود کرتا ہے۔عذابوں اور شدائد کے وقتوں میں،جو آرام اور عیش کے وقت میں اس سے ڈرتے اور پناہ مانگتے ہیں۔مگر جب عذاب کسی پر نازل ہو جاوے تب توبہ بھی قبول نہیں ہوتی۔

پس اب موقعہ ہے کہ تم خدا تعالیٰ کے سامنے اپنے آپ کو درست کرلو اور اس کے فرائض کی بجا آوری میں کمی نہ کرو۔خلق اللہ سے کبھی بھی خیانت،ظلم،بدخلقی،تُرش رُوئی،ایذادہی سے پیش نہ آؤ۔کسی کی حق تلفی نہ کرو کیونکہ ان چیزوں کے بدلے بھی خدا تعالیٰ مواخذہ کرے گا۔جس طرح خدا تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی،اس کی عظمت،توحید اور جلال کے خلاف کرنے اور اس سے شرک کرنا گناہ ہیں اسی طرح اس کی خَلق سے ظلم کرنا۔ان کی حق تلفیاں نہ کرو۔زبان یا ہاتھ سے دُکھ یا کسی قسم کی گالی گلوچ دینا بھی گناہ ہیں۔پس تم دونوں طرح کے گناہوں سے پاک بنو اور نیکی کو بدی سے خلط ملط نہ کرو“۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ176-177جدید ایڈیشن)

فرمودات خلفاء

سورہ بقرہ کی آخری آیت

حضرت مصلح موعودؓ سورہ بقرہ کی آخری آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

” اِصْر“ کے ایک معنے بوجھ کے بھی ہیں۔اِس لحاظ سے اِس کے معنے یہ ہیں کہ اے ہمارے رب! تُو ہم پر کوئی ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا کہ تُو نے ہم سے پہلے لوگوں پر بوجھ ڈالا۔اس کے یہ معنے نہیں کہ ہمیں اتنی نمازیں پڑھنے کو نہ بتا کہ جو ہم پڑھ نہ سکیں۔کیونکہ خدا تعالیٰ پہلے ہی فرما چکا ہے کہ ﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا﴾ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو حکم آتے ہیں وہ انسان کی طاقت اور اُس کی توفیق کے مطابق ہوتے ہیں۔پس اس کے یہ معنے نہیں بلکہ اِس کے معنے یہ ہیں کہ بعض جرائم کی بنا پر پہلے لوگوں کے لئے جو سزائیں نازل کی گئی تھیں وہ سزائیں ہم پر نازل نہ ہوں اور ہم سے وہ غلطیاں سرزد نہ ہوں جو پہلے لوگوں سے سرزد ہوئیں اور جن کی وجہ سے وہ تباہ کردیئے گئے۔انہوں نے تیری نافرمانیاں کیں اور تیرے احکام کے خلاف انہوں نے قدم اٹھایا جس کی وجہ سے اُن پر ایسی حکومتیں مسلّط ہوئیں اور ایسے قوانین اُن کے لئے مقرر کردیئے گئے جو اُن کے لئے نا قابلِ برداشت تھے۔تُو ہمیں اپنے فضل سے ایسے مقام پر کھڑا کیجیو کہ ہم سے ایسی خطائیں سرزد نہ ہوں اور ہمیں ایسی سزائیں نہ ملیں جو ہمارے نفس کی طاقتِ برداشت سے باہر ہوں۔اِس کے یہ معنے نہیں کہ نفس کی طاقتِ برداشت کے مطابق اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی سزا ملے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔اصل بات یہ ہے کہ ہر روحانی سزا انسان کی برداشت سے باہر ہوتی ہے یہ انسان کی رذالت ہی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ ایسی سزا کو برداشت کر لیتا ہے ورنہ اگر شرافتِ نفس ہو تو چھوٹی سے چھوٹی سزا بھی انسان کے لئے نا قابلِ برداشت ہوتی ہے۔چنانچہ دیکھ لو جب کسی کو دوسرے سے محبت ہوتی ہے تو اُس کی معمولی سی ناراضگی کو دیکھ کر ہی اس کا دل بے چین ہو جاتا ہے۔بعض دفعہ کہتا ہے اُس نے مجھ سے اچھی طرح باتیں نہیں کیں۔بعض دفعہ کہتا ہے اُس نے مجھ سے باتیں تو کیں مگر اُن میں بشاشت معلوم نہیں ہوتی تھی اور اس بات کا اُس کی طبیعت پر اتنا بوجھ پڑتا ہے کہ وہ غمگین ہو جاتا ہے۔پس اس سے یہ مراد نہیں کہ ہمیں بڑی سزا نہ دیجیو،چھوٹی سزا دیجیو بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہمیں کوئی سزا دیجیو ہی نہیں،نہ چھوٹی نہ بڑی۔

پھر دنیا میں بعض مصائب ایسے بھی ہوتے ہیں جو بغیر قصور کے آجاتے ہیں۔قصور ہمسایہ کا ہوتا ہے اور دُکھ اُسے پہنچ جاتا ہے۔قصور دوست کا ہوتا ہے اور سزا کا اثر اُس پر آ پڑتا ہے۔اس لئے جہاں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یہ دُعا سکھلائی کہ تم یہ کہا کرو کہ ہم سے ایسی خطا یا نسیان نہ ہو جائے جس کی وجہ سے ہم تیری سزا کے مستحق ہو جائیں۔وہاں دوسری دُعا یہ سکھلائی کہ ﴿رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ﴾۔اے خدا! ایسا نہ ہو کہ قصور تو ہمارے ہمسایہ کا ہو اور سزا ہمیں مل جائے۔یا قصور دنیا کا ہو اور مصیبت کا اثر ہم پر آ پڑے۔مگر یہاں ایک شرط بڑھا دی اور وہ یہ ہے کہ ﴿مَالَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ﴾۔اِس شرط کو اس لئے بڑھایا گیا ہے کہ یہاں ناراضگی کا سوال نہیں بلکہ دنیوی مصائب اور ابتلاؤں کا ذکر ہے۔ناراضگی بے شک چھوٹی بھی برداشت نہیں ہو سکتی مگر چھوٹی تکلیف برداشت کر لی جاتی ہے۔پس جہاں روحانی سزا اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ذکر تھا وہاں تو یہ دُعا سکھلائی کہ ہم میں تیری کسی ناراضگی کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں وہ ناراضگی چھوٹی ہو یا بڑی۔مگر جب دنیوی تکالیف کا ذکر آیا تو یہ دُعا سکھلائی کہ چھوٹے موٹے ابتلاؤں پر مجھے اعتراض نہیں۔مَیں یہ نہیں کہتا کہ میرا قدم ہمیشہ پھُولوں کی سیج پر رہے۔البتہ وہ ابتلا جو تیری ناراضگی کا موجب نہیں اور جو دنیا میں عام طور پر آیا ہی کرتے ہیں اُن کے متعلق میری صرف اتنی درخواست ہے کہ کوئی ابتلا ایسا نہ ہو جو میری طاقت سے بالا ہو۔یہ مطلب نہیں کہ مومن ایسے ابتلا خود چاہتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ نے چونکہ بتایا ہوا ہے کہ مَیں مومنوں کا امتحان لیا کرتا ہوں اس لئے مومن یہ نہیں کہتا کہ خدایا میرا امتحان نہ لے بلکہ وہ کہتا ہے کہ خدایا امتحان تو لیجیو مگر ایسا نہ لیجیو کہ میری طاقت سے بڑھ کر ہو۔غرض جو حصّہ ناراضگی کا تھا وہاں تو کہہ دیا کہ مَیں ذرا سی ناراضگی بھی برداشت نہیں کر سکتا۔مگر جہاں دنیوی تکالیف اور ابتلاؤں کا ذکر تھا وہاں کہہ دیا کہ خدایا! تکالیف تو آئیں مگر ایسی نہ ہوں جو ہماری طاقت سے بڑھ کر ہوں۔“ (تفسیرِ کبیر جلد دوم۔ صفحہ658,659)

اداریہ

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس و بابرکات پر مخالفین اسلام کے بے جا حملوں پر طبعی طور پر مسلمانوں میں غم وغصہ کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں مسلمانوں نے ایسی مخالفانہ کتابوں کو ضبط کروانے کے لئے حکومت کو احتجاجی مراسلے اور میمورنڈم بھجوائے مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس طریق کو پسند نہ فرمایا کیونکہ مخالفانہ دلآزار باتوں پر حکومت سے یہ مطالبہ کرنا کہ ایسی کتاب کو ضبط کرلیا جاوے تو اس کا چنداں فائدہ نہیں ہوتا۔ وہ کتاب تو چھپ کر لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہوتی ہے اور جو زہر اس نے پھیلانا تھا وہ پھیلا چکی ہوتی ہے اب اگر وہ کتاب ضبط بھی کرلی جاوے تو اس کا کیا فائدہ!!

دوسرے آپ نے فرمایا کہ حکومت سے کتاب کی ضبطی کی درخواست کا یہ مفہوم بھی نکلتا ہے کہ ہم لوگ حضور ﷺ پر لگائے جانے والے بے بنیاد الزامات کا جواب دینے کی صلاحیت واہلیت نہیں رکھتے اور اپنی اس کمزوری کو چھپانے کے لئے چاہتے ہیں کہ حکومت اس کتاب کو ضبط کرلے۔ حالانکہ حضور ﷺ کی ذات اقدس تو اخلاق فاضلہ کا بے مثال بہترین نمونہ تھی۔ آپ کی ذات پر ناپاک الزام لگانے والا تو چاند پر تھوکنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کی کوشش کی ناکامی یقینی ہے۔ اور اس کا تھوکا ہوا اس کے اپنے ہی منہ پر پڑے گا۔ حضور علیہ السلام نے جو طریق پسند فرمایا وہ یہ تھا کہ بے جا الزامات کا مدلل وموثر جواب دے کر ہم سیرت نبویؐ کی عظمت کا سکّہ دنیا سے منوائیں۔

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش　　　محمدؐ ہست برہان محمدؐ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آریوں اور عیسائیوں کی دلآزاریوں اور ہرزہ سرائیوں کے جواب میں جو کتب تحریر فرمائی ہیں وہ اسلام اور آنحضرت ﷺ کی شان کو ظاہر وثابت کرنے کے لئے ایسا لاجواب کارنامہ ہے جسکی عظمت کا اعتراف حضور کے مخالفوں نے بھی کیا اور جو آج بھی احمدیہ علم کلام کا قابل فخر نمونہ ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ کے زمانہ میں بعض ایسی دلآزار کتابیں شائع ہوئیں تو مسلمانوں میں شدید ردّعمل ہوا لیکن اس ردعمل اور غم وغصہ نے ایسی صورت اختیار کرلی جس میں لاقانونیت اور خون خرابہ شامل ہو گیا۔ حضور نے مسلمانوں کو توجہ دلائی کہ ہمیں کسی حالت میں بھی اسلامی اخلاق کو نظرانداز کر کے غلط راستہ پر نہیں جانا چاہئے بلکہ اپنے غم وغصہ کو اس طرح ظاہر کرنا چاہئے کہ اس میں بھی صاحبِ خُلقِ عظیم کے اسوہ حسنہ کی جھلک نظر آئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے یہ بھی فرمایا کہ آنحضرت ﷺ پر ایسے غلط اور بے سروپا الزامات لگائے جانے میں مسلمانوں کا بھی کسی قدر دخل ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ ومطہرہ کو لوگوں تک پہنچایا ہی نہیں ہے۔ اگر ہم سیرت کو بیان کریں اور لوگوں کو پتہ چلے کہ حضور ﷺ اخلاق فاضلہ کے بلند ترین مقام پر فائز ہیں تو ایسے دریدہ دہن معترضوں کی بات سننے کے لئے کوئی تیار نہ ہوگا اور ان کی باتوں کا کسی پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ حضور ﷺ کی اس تحریک پر ہندوستان میں سیرت کے جلسوں کا آغاز ہوا۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنے حالیہ خطبات میں عشق رسول ﷺ کے تقاضوں کو نہایت موثر رنگ میں بیان کرتے ہوئے سیرت مقدسہ بیان کرنے اور اس کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی تاکید فرمائی ہے۔ کیونکہ سیرت کو صرف پڑھنے یا بیان کرنے سے تو اصل فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ ہم اپنے عظیم الشان پیغمبر کے پیغام اور سیرت سے اسی صورت میں فائدہ اٹھا سکتے ہیں کہ یہ سیرت ہماری زندگیوں میں داخل ہوجائے، ہمارے افعال واعمال، ہمارے باہم معاملات، ہماری باتوں میں سیرت مقدسہ کی پاکیزگی ودلکشی نظر آئے۔ اور ہم سے ملنے والے کو یہ کہنا پڑے کہ حضور ﷺ کی محبت اور پیروی کی برکت سے احمدی دوسروں سے مختلف اور بہتر ہیں۔

ہمارا مطمح نظر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طرز زندگی ہے جو حضور ﷺ کی قوت قدسیہ کی برکت سے آسمان کے ستاروں کی طرح روشن اور دنیا کی رہنمائی کا ذریعہ بن گئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''......سلوک وہ ہے جو لوگ آپ عقلمندی سے سوچ سمجھ کر اللہ اور رسول کی راہ اختیار کرتے ہیں جیسے فرمایا ﴿ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (آل عمران :32) یعنی اگر تم اللہ کے پیارے بننا چاہتے ہو تو رسول کریم ﷺ کی پیروی کرو۔ وہ ہادی کامل وہی رسول ہیں جنہوں نے وہ مصائب اٹھائیں کہ دنیا اپنے اندر نظیر نہیں رکھتی۔ ایک دن بھی آرام نہ پایا۔ اب پیروی کرنے والے بھی حقیقی طور پر وہی ہوں گے جو اپنے متبوع کے ہر قول وفعل کی پیروی پوری جدوجہد سے کریں۔ متبع وہی ہے جو سب طرح پیروی کرے گا۔ سہل انگار اور سخت گزار کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا......سالک کا کام یہ ہونا چاہئے کہ وہ رسول کریم ﷺ کی مکمل تاریخ دیکھے اور پھر پیروی کرے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 17)

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:

''مَیں سچ کہتا ہوں اور اپنے تجربے سے کہتا ہوں کہ کوئی شخص حقیقی نیکی کرنے والا اور خدا تعالیٰ کی رضا کو پانے والا نہیں ٹھہر سکتا اور ان انعام وبرکات اور معارف وحقائق اور کشوف سے بہرہ ور نہیں ہوسکتا جو اعلیٰ درجہ کے تزکیہ نفس پر لکھتے ہیں جب تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کھویا نہ جاوے..........''۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 132)

اللہ تعالیٰ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت کو بیان کرنے اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی توفیق بخشے۔

(عبدالباسط شاہد)

غزل

یہ اور بات کہ سب رہزنوں سے ڈرتے ہیں
ہم اہل فکر و نظر رہبروں سے ڈرتے ہیں

سمندروں میں بھی ڈرتے نہیں جو طُوفاں سے
کوئی بتائے وہ کیوں ساحلوں سے ڈرتے ہیں

شکستہ پا ہی سہی ، پھر بھی ہیں سبک رفتار
وہ اور ہوں گے جو فاصلوں سے ڈرتے ہیں

وفا پرست ، جنوں پیشہ ، رہروِ اُلفت
کبھی سنا ہے کٹھن منزلوں سے ڈرتے ہیں ؟

وہ نیک طبع ، حق گو ، وہ مفتیانِ حرم
فسادِ شہر کے کب مسئلوں سے ڈرتے ہیں

''صلیب جن سے تراشی گئی شہیدوں کی''
خدا گواہ ہم اُن منبروں سے ڈرتے ہیں

ہمیں تو اپنے کھلے دشمنوں کا خوف نہیں
مگر قدم بہ قدم دوستوں سے ڈرتے ہیں

گئے وہ دن کہ سکوں بخش تھی فضا ان کی
ہے اب یہ حال کہ دل مسجدوں سے ڈرتے ہیں

الاپتے ہیں کبھی نغمہ ہائے رُومیؒ و حسّانؓ
فقیہِ شہر کبھی شاعروں سے ڈرتے ہیں

کریں گے خاک وہ سر اوجِ مہر و ماہ و نجوم
اندھیری رات میں جو جگنوؤں سے ڈرتے ہیں

رہے ہیں برسرِ پیکار برق و باراں سے
''سروں پہ اڑتے ہوئے بادلوں سے ڈرتے ہیں''

نہ جانے کون سے شاہیں کی بات کرتے ہو
جو ہم نے دیکھے ہیں وہ طوطیوں سے ڈرتے ہیں

جو ملک و قوم کو ٹکڑوں میں بانٹ کر رکھ دیں
ہم اہل درد بس اُن دائروں سے ڈرتے ہیں

نہیں وہ حلقہ بگوشانِ حیدرؓ و شبیرؓ
امیرِ شہر کے جو دبدبوں سے ڈرتے ہیں

میں خاکِ پائے محمدؐ ہوں اس لئے محمود
جو عرش پر ہیں مری رفعتوں سے ڈرتے ہیں

(محمودالحسن۔راولپنڈی)

❁❁❁❁❁❁❁

معراج کا شہرہ آفاق سفر

اعجازی مشاہدات اور عظیم مذہبی انقلاب

(دوست محمد شاهد مؤرخ احمدیت)

تیسری و آخری قسط

اعجازی مشاہدات اور اس کے عظیم الشان اثرات

یہ مقالہ بالکل تشنہ اور نامکمل رہے گا جب تک یہ واضح نہ کیا جائے کہ معراج میں ایسے اعجازی مشاہدات کی جلوہ گری ہوئی جو رب ذوالجلال کے دست قدرت کے بغیر ممکن ہی نہ تھی اسی لئے اس کے نتیجہ میں ایسے عظیم الشان اثرات ہوئے جن سے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے تمام مذہبی نظریات میں ایسا تغیر عظیم ہوا کہ اس کی کایا ہی پلٹ گئی۔نہ یہ کہ سفر معراج معاذ اللہ دیو مالائی کہانیوں کا ملغوبہ تھا جیسا کہ کشف و الہام اور وحی کے کوچہ سے محض ناآشنا بے بصیرت اور روحانی بینائی کے اندھے بتاتے ہیں یا جیسا کہ پادری ولیم سینٹ کلیر ٹزڈل نے اپنی کتاب ینابیع الاسلام (SOURCES OF ISLAM) میں یہ گمراہ کن، زہریلا اور سراسر باطل پروپیگنڈا کیا ہے کہ بانی اسلام نے قصہ معراج پہلوی زبان کی ایک کتاب بنام ''ارتائے ویراف نامک'' سے مستعار لیا ہے جو اردشیر بابکاں کے زمانہ میں تخمیناً چارسو برس قبل ہجرت کے تصنیف ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ زردشتیوں، ہندوؤں بلکہ بدعتی عیسائیوں کی موضوعہ کتابوں مثلاً ''وصیت نامہ ابراہیم'' اور ''رویائے پولوس'' میں۔مصنف ''ینابیع الاسلام'' نے اس کے بعد لکھا ہے کہ:''اب خواہ ہندوؤں اور زردشتیوں نے اپنے یہاں ان باتوں کو ان موضوعہ کتابوں کے ذریعہ حاصل کیا ہو یا عیسائیوں کی یہ موضوعہ کتب ان بت پرستوں کے خیالات پر مبنی ہوں مگر اس میں کسی کو بھی شک نہیں کہ وہ باتیں واہیات اور پادر ہوا ہیں کوئی واقف کار شخص تو ان کو قبول نہیں کرتا۔'' (''ینابیع الاسلام'' مترجم پادری اکبر مسیح صفحہ 118، 119 ناشر پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور 1902ء)

اب جاننا چاہئے کہ قرآن مجید نے سورۃ بنی اسرائیل میں رویائے معراج کا ذکر کرنے سے قبل سورۂ ''یوسف'' میں اس اولوالعزم پیغمبر کی زندگی کے سب اہم واقعات پر روشنی ڈالی جو بنیادی طور پر آپ کی ایک رویا ہی کے گرد چکر لگاتے اور ان کی واقعاتی تعبیر ہیں اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس کی تفصیل میں یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ رویاء سن کر نصیحت فرمائی کہ یہ رویاء اپنے بھائیوں کو ہرگز نہ بتانا ورنہ وہ تمہاری شدید مخالفت و مزاحمت کریں گے۔قرآنی الفاظ یہ ہیں۔ ﴿اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ ۔ قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاکَ عَلٰۤی اِخْوَتِکَ فَیَکِیْدُوْا لَکَ کَیْدًا۔اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ﴾۔ (یوسف: 6)

جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ میں نے گیارہ ستاروں کو اور سورج اور چاند کو اپنے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اُس نے کہا۔اے میرے پیارے بیٹے !اپنی رویاء اپنے بھائیوں کے پاس مت بیان کرنا ورنہ وہ تیرے خلاف ضرور منصوبہ باندھیں گے۔شیطان انسان کا یقیناً کُھلا دشمن ہے۔

تاریخی روایات سے بدیہی طور پر ثابت ہے کہ قریش مکہ کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر معراج کی اطلاع دی تو انہوں نے بھی مخالفت کا ایک طوفان کھڑا کردیا۔اس سے بھی بڑھ کر تعجب خیز بات یہ ہے کہ برادران یوسف نے اپنے بھائی سیدنا یوسف علیہ السلام کو ایک سازش کر کے کنویں میں گرادیا اور قریش مکہ کے فیصلہ دارالندوہ (7 ستمبر) کے معاً بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صدیق اکبر حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ غار ثور میں پناہ لینا پڑی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رویاء کے نتیجہ میں یہ فوری ردعمل کیوں پیدا ہوا؟ اور فریقین اسے اپنے لئے خطرہ پا کر کیوں اٹھ کھڑے ہوئے؟ وہ حضرات جو قریش مکہ کی مخالفت معراج ہی کو اس کے جسمانی اور مادی ہونے کی دلیل بنائے بیٹھے ہیں، وہ اس کا کوئی جواب نہیں دے سکتے لیکن حضرت مسیح موعودؑ نے ایک فقرہ میں اس چیستان کو کمال معرفت کے ساتھ حل کردیا ہے۔ فرماتے ہیں:

''وہ تمام قصے جو اللہ جلشانہ نے قرآن مجید میں حضرت آدم سے لے کر حضرت مسیح علیہ السلام تک بیان فرمائے ہیں، خالص غیب کی خبریں ہیں۔''

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 236 حاشیہ)

مزید فرماتے ہیں:-

''اس کا ہر ایک قصہ ہی اخبار غیب ہے۔''

(ایضاً صفحہ 237 حاشیہ)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے اسی نکتہ معرفت کو مشعل راہ بنا کر تفسیر کبیر (سورہ یوسف) میں یہ راز سربستہ کھول دیا ہے کہ آنحضرتؐ کے وجود باجود میں جہاں تمام نبیوں کی صفات بدرجہ اتم موجود ہیں اُسی طرح آپ حضرت یوسفؑ کے بھی مثیل تھے اور اس صورت میں قبل از وقت پیشگوئی کی گئی ہے کہ حضرت یوسفؑ کی رویاء کے مطابق جو واقعات آپ کو بعد میں پیش آئے وہی مستقبل میں آپ کو بھی پیش آنے والے ہیں۔حضرت مصلح موعودؓ نے اس ضمن میں قرآن اور تاریخ عہد نبوی کا باریک نظری سے گہرا مطالعہ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اٹھارہ مشابہتیں حضرت یوسفؑ کے ساتھ بیان فرمائی ہیں۔جس کے نتیجہ میں رویائے معراج کا پس منظر بھی بالواسطہ طور پر کھلے باب کی طرح سامنے آ گیا ہے۔وجہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت یوسف کے واقعات کے ساتھ جو مماثلتیں پیدا ہوئیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امام الانبیاء اور نبیوں کے شہنشاہ ہونے کے باعث یوسفی شان سے ہزاروں درجہ بڑھ کر تھیں۔مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام نے حکومت مصر کا وزیر بننے کے بعد اپنے 11 بھائیوں کو معاف کیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر اپنے ہزار ہا جانی دشمنوں کو عفو عام کا اعلان فرمایا جس کی کوئی نظیر صفحۂ تاریخ میں نہیں مل سکتی۔کمال یہ ہے کہ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت یوسفؑ ہی کے الفاظ میں ارشاد فرمایا﴿لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ﴾ اسی طرح یہ واقعہ ہے کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو آپ کے بھائیوں نے گھر سے نکال کر کنویں میں اس لئے پھینک دیا کہ یہ بڑا ہونے کی خوابیں دیکھتا ہے، اسے نکال دیں گے تو ذلیل ہو جائے گا۔یہی ذہنیت قریش مکہ کی تھی مگر جہاں حضرت یوسف علیہ السلام کو ہجرت کے بعد ایک بادشاہ کی ماتحتی میں ایک شاندار نیابتی عزت ملی جس کی وجہ سے آپ کے والدین اور گیارہ بھائی آپ کے زیر اقتدار آ گئے وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کے بعد مدینہ کی آزاد حکومت کا ایسا بادشاہ بنادیا کہ آپ کے بعد آپ کے غلاموں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے قیصر و کسریٰ جیسی اپنے زمانہ کی دو عظیم ترین مملکتوں کے تاج مسل دیئے گئے اور سپین سے ہندوستان تک کلمہ طیبہ کا پھریرا پوری آب و تاب سے لہرانے لگا۔ ؎

ہوئے وہ قیصر و کسریٰ کے کر و فر برباد
یتیمِ مکہ کے جب بوریا نشین گئے

(حسن رہتاسی)

قرآن مجید نے رویائے معراج سے قبل رویائے یوسفی کا تذکرہ کر کے عرفان محمدیت کی بے شمار راہیں کھول دی ہیں۔بایں ہمہ اس قرآنی اسلوب میں اصل حکمت یہ مضمر ہے کہ اگرچہ ہر نبی کی رویاء کا وحی ہونا مسلّم ہے مگر عالم رویاء کے نظاروں کی عظمت و جلالت صاحب رویاء نبی کے منصب و مقام کے مطابق ہوتی ہے لہٰذا رویائے یوسفی اور سفر معراج کی رویائے محمدی میں زمین و آسمان کا فرق ہے کیونکہ سیدنا یوسف بنی اسرائیل کے نبی تھے جن کی نبوت کا دور اُن کے وصال کے بعد ہی اختتام پذیر ہوا مگر جس طرح نور محمدی ازل سے ہے اس طرح آپ کا زمانہ رسالت ابدیت کی شان رکھتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ رویائے یوسفی کا تعلق حضرت یوسفؑ کے اپنے عروج اور اپنے بھائیوں اور والدین کی ذات تک محدود تھی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج میں نہ صرف آپ کے عالی مقام اور آپ کے عہد میں رونما ہونے والے واقعات کا مشاہدہ کرایا گیا ہے بلکہ قیامت تک موجود رہنے والی آپ کی امت کے مناظر پر بھی محیط ہے۔خود اللہ جلّشانہ نے اس ظلمانی دور کا نقشہ کھینچتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ (الروم: 42)

یعنی برّ و بحر میں فساد برپا ہو گیا یعنی اہل کتاب اور دوسرے سب بد مذہب خوفناک حد تک بگڑ گئے اور اسلام کا مختصر سا قافلہ جو ابتدا سے برسوں تک مکہ میں محصور تھا جس پر سفاک اور خونخوار دشمنوں نے جور و جفا کی حد کردی تھی اور مکہ کی گلیوں میں آنحضرت ﷺ کے جانثاروں کے مقدس خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں اور کفار مکہ پکا ارادہ رکھتے تھے کہ سب مسلمانوں کو قتل کردیں۔محمدؐ کو صفحہ ہستی سے بالکل نابود کردیں۔اس ماحول میں جو شبِ دیجور سے بڑھ کر پر ظلمت تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ''رحمۃ اللعالمین'' کا منصب عطا ہوا۔(الانبیاء:75) اور آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے یہ عالمی اعلان ہوا کہ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۔ اَلَّذِیْ لَهٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾۔ (الاعراف: 159) اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہت حاصل ہے۔

الغرض خدائے ذوالعرش نے گھٹاٹوپ بادلوں سے گھِری ہوئی تاریک اور سیاہ رات میں اپنے محبوب امی نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کے لئے رسول بنایا اور تمام جہانوں کو رحمت عطا کرنے کا عالمگیر، ابدی اور آفاقی مشن سونپا۔وہ شہ لولاکؐ جو غار حرا میں اپنے مولیٰ کی پہلی تجلّی پر ہی (جو لفظ ''اقــرء'' سے شروع ہوئی) کانپ اٹھے تھے، اس عالمگیر ذمہ داری پر آپ کے مقدس قلب و دماغ اور روح پر کیا بیتی ہوگی؟ کوئی ماں کا بیٹا قیامت تک اس کے کروڑویں حصہ کا بھی اندازہ نہیں کرسکتا۔رب العرش فرماتا ہے کہ انسان کامل یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو امانت بخشی گئی، زمین و آسمان اور پہاڑ بھی اسے اٹھانے سے قاصر تھے۔

(احزاب: 73)

؎ وہ بوجھ جس کو اٹھا نہ سکے آسمان و زمین
اسے اٹھانے کو آیا ہوں کیا عجیب ہوں میں

عقل انسانی یہ معلوم کر کے ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتی ہے کہ معراج کے یہ لطیف مشاہدات عین اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے جبکہ ساری دنیا سچ مچ رات کی تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی جیسا کہ ابتدائی مکی سورت اللیل سے پتہ چلتا ہے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:-

''سر میور کا خیال ہے کہ سورت بالکل ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔پادری ویری لکھتے ہیں کہ یہ سورۃ ہے تو ابتدائی مگر تبلیغ عامہ کے زمانہ کی ہے یعنی تیسرے، چوتھے یا پانچویں سال کی ہے کیونکہ اس میں منکروں کے لئے عذاب کی خبر ہے۔پادری وھیری کا یہ خیال میرے نزدیک درست معلوم ہوتا ہے۔''

(''تفسیر کبیر'' سورۃ اللیل صفحہ 44)

اور یہ تاریخی حقیقت ہے کہ سورۂ نجم جس میں واقعہ معراج کا ذکر ہے پانچویں سال نبوت میں نازل ہوئی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے سورہ الفجر کی تفسیر میں ریورنڈ ویری اور نولڈکے کی آراء درج کی ہیں اور تحریر فرمایا ہے کہ

''یورپین اور مسلمان مورخ سب اس بات پر متفق ہیں کہ یہ سورۃ (الفجر) چوتھے سال کے قریب نازل ہوئی ہے اور یہی وہ سال ہے جس میں کفار مکہ کی طرف سے منظّم مخالفت کا آغاز ہوا۔'' (صفحہ 506)

یہی وہ پُرظلمت دور تھا جب چند گنتی کے مسلمان حبشہ میں تھے اور باقی جو مکہ معظّمہ میں آنحضرت ﷺ سمیت جو بھی چند مسلمان مرد، عورتیں یا بچے موجود تھے، ان پر مظالم کے سیاہ اور گھٹاٹوپ بادل چھائے ہوئے تھے اسی لئے اللہ نے واقعہ اسراء و معراج کے زمانہ کو لیل یعنی رات ہی سے موسوم کیا ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے درج ذیل حقیقت افروز اشعار میں اسی کا ذکر کیا گیا ہے ؎

اک رات مفاسد کی وہ تیرہ و تار آئی
جو نور کی ہر شمع ظلمات پہ وار آئی
تاریکی پہ تاریکی اندھیرے پہ اندھیرے
ابلیس نے کی اپنے لشکر کی صف آرائی
ہر سمت فساد اٹھا عصیان میں ڈوب گئے
ایرانی و فارانی ، رومی و بخارائی

عشاق رسول کو معلوم ہے کہ خالق کائنات نے اپنے محبوب سے عمر بھر یہ غیر معمولی شفقت بھرا سلوک رکھا کہ نزول قرآن کے ساتھ ساتھ وحی غیر متلو (کشف و الہام اور رویا) کا سلسلہ بھی ہمیشہ جاری رکھا تا قلب محمدی میں ثبات و استقلال اور بصیرت ایمانی کے انوار سے اور بھی معمور ہو جائے۔ بالکل اسی دستور ازلی کے عین مطابق معراج کی طرف ارتقاء سے قبل قلب محمدی کو آب

زمزم سے دھویا گیا اور پھر بخاری اور دیگر کتب احادیث کے مطابق اس میں حکمت وایمان بھر دیا گیا جو سونے کے ایک تھال میں رکھا ہوا تھا۔

اس انقلابی نکتہ معرفت سے معراج کے عدیم المثال سفر کا آغاز ہوا۔قلب وروح کے عجائبات بے شمار ہیں اس لئے میرا عقیدہ ہے کہ اس نورانی سفر کے معجزنما مشاہدات و واردات کوثر نبویؐ کی طرح بے شمار حکمتوں اور اسرار و رموز سے قیامت تک موجزن رہیں گے اور کسی کی مجال نہیں کہ ان کا احاطہ کر سکے۔وجہ یہ کہ معراج دکھلانے والے رب العرش نے خود واضح فرما دیا ہے: ﴿فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی﴾ (النجم:11)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں اس مبارک آیت کا ترجمہ یہ ہے:''پس اس نے اپنے بندے کی طرف وہ وحی کیا جو بھی وحی کیا۔''

حضرت علامہ سیوطیؒ نے واقعات معراج پر مشتمل قدیم روایات میں یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے معراج میں سب نبیوں سے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمۃ للعالمین اور سب انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔مجھ پر قرآن نازل فرمایا ہے جس میں ہر شئی بیان ہوئی ہے۔میری امت سب امم عالم سے افضل ہے اور اس میں اولین بھی ہیں اور آخرین بھی۔ (درمنثور جلد 4صفحہ 145)

شہنشاہ نبوت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ آسمانی خطاب سفر معراج کے خارق عادت نظاروں کی کنہ تک پہنچنے کے لئے آسمانی کلید کا حکم رکھتا ہے اور بغور مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ معراج محمدیت ایک وسیع ترین کائنات ہے جس کے سامنے ہماری مادہ اور ظاہر کائنات اتنی بھی حیثیت نہیں رکھتی جتنی حیثیت ذرہ کو آفتاب سے ہوسکتی ہے۔کیونکہ اس کی شان'' آیات اللہ'' کی ہے اور وہ بھی ایسی وحی کے ساتھ جو رب محمد اور قلب محمد کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ذیل میں اس سفر نورانی کے لاتعداد پہلوؤں میں سے صرف چند گوشوں پر نہایت اختصار و اجمال کے ساتھ روشنی ڈالی جاتی ہے۔

تدریجی واقعات کے نظارے

1- اس حیرت انگیز سفر میں ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی عالمی اشاعت کے ابتدائی مراحل سے متعلق باہم تدریجی واقعات مشاہدہ فرمائے اور ان کے سنگِ میل ۔ہجرت مدینہ۔کی خاص طور پر جھلک دکھلائی گئی چنانچہ یثرب میں نماز پڑھنے کا ذکر بھی روایات میں موجود ہے علاوہ ازیں کفار سے دفاعی جنگوں کا بھی قبل از وقت بتلا دیا گیا جیسا کہ روایات معراج میں ہے کہ رب العرش نے فرمایا کہ میں نے آپ کو ہجرت اور جہاد وغیرہ خصوصیات سے بھی نوازا ہے۔تمہیں فاتح بھی بنایا ہے خاتم بھی۔(''درمنثور'' جلد 4 صفحہ 146)

حضرت مصلح موعودؓ عالم کشوف کے متعلق خود صاحب تجربہ تھے،آپ نے لکھا ہے:-

''میرے نزدیک اس کشف میں ہجرت مدینہ کی خبر دی گئی تھی اور بیت المقدس جو آپ کو دکھایا گیا اس سے مراد مسجد نبوی کی تعمیر تھی جس کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیت المقدس سے بھی زیادہ عزت دی جانے والی تھی۔''

(''تفسیر کبیر''سورہ بنی اسرائیل صفحہ 294)

سیدنا محمود المصلح الموعودؓ نے ''سیر روحانی'' کے عنوان پر لیکچر دیتے ہوئے دنیا بھر میں منادی کی کہ مسجد نبوی سے فیض یافتہ صحابہ رسول نے کس طرح نئی دنیا، نئی زمین اور نئے آسمان پیدا کر ڈالے۔چنانچہ فرمایا:-

''شاہی مسجد اور مکہ مسجد اور جامع مسجد اور موتی مسجد بھلا کیا حقیقت رکھتی ہیں۔اس روحانی مسجد نے ایک گھنٹہ میں جو ذکر الٰہی کا نمونہ دکھایا وہ ان مساجد میں صدیوں میں بھی ظاہر نہ ہوا مگر افسوس کہ لوگ ان پتھر اور اینٹ کی مسجدوں کو دیکھتے اور ان کے بنانے والوں کی ہمت پر واہ واہ کرتے ہیں لیکن قرآن، حدیث اور تاریخ کے صفحات پر سے اس عظیم الشان مسجد کو نہیں دیکھتے جس کا بنانے والا دنیا کا سب سے بڑا انجینئر محمد نامی تھا(ﷺ) اور جس مسجد کی بناء سرخ وسفید پتھروں سے نہیں بلکہ مقدس سینوں میں لٹکے ہوئے پاکیزہ موتیوں سے تھی۔''

(''سیر روحانی'' جلد اول صفحہ ۱۹۵)

مسجد اقصیٰ کی تاریخ کا کھلا ورق

حضرت مصلح موعودؓ کی یہ بصیرت افروز تعبیر ایک ناقابل تردید واقعاتی شہادت پر مبنی ہے جو ہمالیہ پہاڑ سے بھی بڑھ کر مستحکم ہے اور جس سے ٹکرا کر سب باطل نظریات وافکار ریزہ ریزہ ہوجاتے ہیں اور وہ شہادت یہ ہے کہ کسی مستند تاریخ میں یہ ذکر نہیں ملتا کہ آنحضرت ﷺ کے عہد میں بیت المقدس شہر میں (جسے یروشلم اور قدس بھی کہا جاتا ہے) مسجد اقصیٰ کے نام سے یا کسی اور نام سے کوئی مسجد یا عبادت گاہ موجود تھی جس میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کے لئے آنحضرتؐ کی امامت میں نماز ادا کرنے کی وسعت موجود ہو۔امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر بن الخطابؓ جب 16 ھ میں بیت المقدس تشریف لے گئے تو ''الصخرہ'' (جس پر آنحضرت ﷺ کے قدم مبارک رکھنے اور آسمان پر چڑھنے کا قصہ مشہور ہے) نجاست وغلاظت کے نیچے دب چکا تھا۔جس کی وجہ یہ تھی کہ صدیوں قبل شاہ قسطنطین کی والدہ ملکہ ھیلانہ (335ء) نے یہود کی مخالفت میں صخرہ پر قائم عمارت مسمار کر کے اسے گندگی اور کوڑا کرکٹ کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔آیت اسراء کی تفسیر میں حضرت ابن کثیر دمشقی (المتوفی ۷۷۴ھ) نے صاف لکھا ہے ''کانوا قد جعلوھا مزبلہ من اجلھا انھا قبلۃ الیھود۔''

حضرت عمرؓ نے اس جگہ کو صاف کرنے کا حکم دیا بلکہ خلیفہ راشد نے خود بھی اپنی قبا کے دامن میں بھر بھر کر مٹی ڈھونا شروع کر دی جس پر آپ کے مقدس قافلہ کے رفقاء اور فوج کے سپہ سالار بھی اس ''وقار عمل'' میں جوش وخروش سے شریک ہوگئے۔ یہاں تک کہ ''الصخرہ'' کی چٹان عیاں ہوگئی۔حضرت عمر نے چٹان کو خوب صاف کیا اور اسی جگہ مسجد بنانے کا ارشاد فرمایا۔

حضرت عمرؓ نے چند روزہ قیام کے بعد مرکز اسلام مدینہ میں مراجعت فرمائی اور ''الصخرہ'' پر مسجد بنانے کی سعادت اموی بادشاہ عبدالملک بن مروان (متوفی شوال 86ھ/ اکتوبر 705ء) کو حاصل ہوئی جسے یورپین سکالر مسجد عمر کہتے ہیں لیکن جیسا کہ نامور فرانسیسی محقق لیبان نے ''تمدن عرب'' میں نشاندہی کی ہے یہ ان کی فاش غلطی ہے اس مسجد کو عبدالملک بن مروان نے تعمیر کرایا اور اس کی مزید آرائش وتکمیل اس کے جانشین ولید بن عبدالملک کے عہد میں ہوئی جیسا کہ اسلام کے شہرہ آفاق مورخ علامہ ابن خلدون نے اس کے حالات میں لکھا ہے۔یہی وہ مسجد ہے جو آج مسجد اقصیٰ کے نام سے دنیا بھر میں مشہور ہے اور اس میں بھی چند ہزار نمازیوں ہی کی گنجائش ہے۔(مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ''دائرہ معارف اسلامیہ'' پنجاب یونیورسٹی لاہور زیر لفظ قبۃ الصخرۃ جلد 16-1 صفحہ 233-234 طبع اول 1978ء)

1936ء میں بیک وقت لیڈن اور لنڈن سے دی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (ENCYCLOPAEDIA OF ISLAM) کی تیسری جلد شائع ہوئی تو اس میں مسجد اقصیٰ کے زیر عنوان صاف طور پر لکھا:

"ACCORDING TO LATE ARAB WRITERS THE MOSQUE WAS BUILT BY THE CALIPHABDAL-MALIK"

یعنی بعد کے عرب مصنفین کی تحقیق کے مطابق اس مسجد اقصیٰ کے بانی اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان تھے۔یہ انسائیکلوپیڈیا متعدد چوٹی کے مستشرقین کی محنت وکاوش کا نتیجہ ہے جسے شہرت یافتہ دانشوروں یعنی وین سنک (WENSINCK) اور اے۔آر۔گب (A.R. GIBB) نے مرتب کیا۔اس معلومات افروز کتاب کا دوسرا ایڈیشن 1986ء میں ہالینڈ، امریکہ اور جرمنی سے بھی منظر عام پر آ چکا ہے۔

الختصر یہ کہ مسجد اقصیٰ کی تعمیری تاریخ نے معراج کے نورانی سفر اور اس کی عدیم المثال روحانی کیفیات پر گویا دن چڑھا دیا ہے

مقام قاب قوسین سے جلوہ محمدی

2- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر انکشاف کیا گیا کہ آپ مظہر اتم الوہیت ہیں چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:-

''اور جو تشبیہات قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ظلّی طور پر خداوند قادر ومطلق سے دی گئی ہیں ان میں سے ایک یہی آیت ہے۔جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی۔ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی﴾(النجم:9-10)۔یعنی وہ (حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی ترقیات کاملہ قرب کی وجہ سے دو قوسوں میں بطور وتر کے واقع ہے بلکہ اس سے نزدیک تر۔اب ظاہر ہے کہ وتر کی طرف اعلیٰ میں قوس الوہیت ہے سو جب کہ نفس پاک محمدی اپنے شدت قرب اور نہایت درجہ کی صفائی کی وجہ سے وتر کی حد سے آگے بڑھا اور دریائے الوہیت سے نزدیک تر ہوا تو اس ناپیدا کنار دریا میں جا پڑا اور الوہیت کے بحر اعظم میں ذرہ بشریت گم ہوگیا۔اور یہ بڑھنا نہ مستحدث اور جدید طور پر بلکہ وہ ازل سے بڑھا ہوا تھا اور ظلّی اور مستعار طور پر اس بات کے لائق تھا کہ آسمانی صحیفے اور الہامی تحریریں اس کو مظہر اتم الوہیت قرار دیں اور آئینہ حق نما اس کو ٹھہراویں پھر دوسری آیت قرآن شریف کی جس میں یہی تشبیہہ نہایت اصفیٰ واجلیٰ طور پر دی گئی ہے یہ ہے۔﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ۔ یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ﴾(الفتح:11)۔یعنی جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔خدا کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھوں پر ہے۔واضح ہو کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرتے تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کیا کرتے تھے اور مردوں کے لئے یہی طریق بیعت کا ہے سو اس جگہ اللہ تعالیٰ نے بطریق مجاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو اپنی ذات اقدس ہی قرار دے دیا اور ان کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔یہ کلمہ مقام جمع میں ہے جو بوجہ نہایت قرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بولا گیا ہے اور اسی مرتبہ جمع کی طرف جو محبت تامہ دوطرفہ پر موقوف ہے اس آیت میں بھی اشارہ ہے۔ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔ تو نے نہیں چلایا خدا نے ہی چلایا جب کہ تو نے چلایا۔ایسا ہی یہ اشارہ اس دوسری آیت میں پایا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿قُلْ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُالذُّنُوْبَ جَمِیْعًا﴾۔(الزمر:54)یعنے ان کو کہہ دے کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر اسراف کیا (یعنی ارتکاب کبائر کیا) تم خدا کی رحمت سے نومید مت ہو وہ تمہارے سب گناہ بخش دے گا۔اب ظاہر ہے کہ بنی آدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تو بندے نہیں ہیں بلکہ سب نبی وغیر نبی خدا تعالیٰ کے بندے ہیں لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مولیٰ کریم سے قرب اتم یعنی تیسرے درجہ کا قرب حاصل تھا سو یہ سخن بھی مقام جمع سے سرزد ہوا اور مقام جمع قاب قوسین کا مقام ہے جس کی تفاصیل کتب تصوف میں موجود ہے ایسا ہی اللہ تعالیٰ نے مقام جمع کے لحاظ سے کئی نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے رکھ دیئے ہیں جو خاص اس کی صفتیں ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد رکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ نہایت تعریف کیا گیا سو یہ غایت درجہ کی تعریف حقیقی طور پر خدا تعالیٰ کی شان کے لائق ہے مگر ظلّی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ایسا ہی قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نور جو دنیا کو روشن کرتا ہے۔اور رحمت جس نے عالم کو زوال سے بچایا ہوا ہے،آیا ہے اور رؤف اور رحیم جو خدا تعالیٰ کے نام ہیں ان ناموں سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پکارے گئے ہیں اور کئی مقام قرآن شریف میں اشارات و تصریحات سے بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مظہر اتم الوہیت ہیں اور ان کا کلام خدا کا کلام اور ان کا ظہور خدا کا ظہور اور ان کا آنا خدا کا آنا ہے چنانچہ قرآن شریف میں اس بارے میں ایک یہ آیت بھی ہے ﴿وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا﴾ (بنی اسرائیل:82) کہہ۔حق آیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل نے بھاگنا ہی تھا۔حق سے مراد اس جگہ اللہ جل شانہ اور قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔''(''سرمہ چشم آریہ'' حاشیہ صفحہ 226 تا 230)

مقام خاتم النبیین کی عظیم تجلی

3- سلسلہ انبیاء میں خاتم النبیین کا منصب اعلیٰ صرف اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا جس کی عظمت وجلالت نشان کا حقیقی تصور خالق کائنات کی طرف سے معراج ہی میں رکھا گیا اور دکھلایا گیا کہ جہاں دوسرے تمام نبیوں کی رفعتیں ختم ہوتی ہیں وہاں سے آپ کا مقام شروع ہوتا ہے جس کے بعد خدائے ذوالعرش ہی کی جلوہ آرائی ہے اس اعتبار سے آپ آخری نبی ہی نہیں آخری انسان بھی آنحضور ہی ہیں چنانچہ آپ ہی کا ارشاد مبارک ہے: ''اَنَا العاقب الذی لیس بعدہ احد'' (مسلم کتاب الفضائل ۔حدیث 125) میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی بھی نہیں۔

یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اصل حدیث یہی ہے اور ''احد'' کی بجائے ''نبی'' کا لفظ امام زہری کا شامل کردہ ہے اور اس کی تصریح اگلی چند سطروں میں خود حضرت امام مسلمؒ کے قلم سے موجود ہے۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ''تفسیر صغیر'' میں آیت خاتم النبیین کی تفسیر کرتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ سے پہلے آسمان تک رونق افروز نبیوں کا نقشہ ''مسند احمد بن حنبل'' سے دے کر کمال معرفت کے رنگ میں یہ عقدہ کھول دیا ہے کہ:

''اس نقشہ کو دیکھو تو مخلوق کے مقام پر جو شخص کھڑا

باقی صفحہ نمبر 10پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال خدا تعالیٰ کی نگاہ میں اس قدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکرگزاری کے طور پر آپؐ پر درود بھیجیں۔

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت اور آپؐ کے شمائل کے مختلف پہلوؤں کا دلربا تذکرہ)

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ 25رفروری 2005ء بمطابق 25رتبلیغ 1384ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلک يوم الدين - إياک نعبد و إياک نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَاللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ (سورۃ الاحزاب: 22)

گزشتہ دو تین خطبات سے میں نے سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مضمون شروع کیا ہوا ہے۔ جس کی فوری وجہ بعض معترضین اسلام اور مخالفین اسلام کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض بیہودہ الزامات تھے۔ لیکن اب میرا خیال ہے کہ آپؐ کی سیرت اور آپؐ کے شمائل کے مختلف پہلوؤں کو لے کر کچھ بیان کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپؐ کا اعلیٰ خلق اتنا وسیع ہے اور ہر طرف پھیلا ہوا ہے اور اس کے کئی پہلو ہیں جن کو مکمل طور پر بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ ہر خلق کی اتنی بیشمار مثالیں ہیں کہ ان کو سلسلہ خطبات میں بھی بیان کرنا ممکن نہیں۔ لیکن میں نے سوچا ہے کہ ان اعلیٰ ترین اخلاق کے نمونوں کی چند مثالیں پیش کروں گو اس کے لئے بھی کئی خطبے درکار ہوں گے۔ بہرحال اپنے اس پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات، آپؐ کے اطوار اور سیرت کا مضمون یقیناً ہم سب کے لئے باعث برکت ہوگا۔ اور جہاں یہ ہمارے لئے برکت اور آپؐ کی سیرت کے پہلوؤں کو اپنی یادداشت میں تازہ کرنے کا موجب ہوگا، ہمارے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کا باعث ہوگا وہاں غیروں کے سامنے ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی چند جھلکیاں بھی آ جائیں گی۔ ان کو بھی پتہ لگے گا کہ وہ نبی کن اعلیٰ اخلاق کا مالک تھا۔ گو کہ پہلے بھی پتہ ہے لیکن پھر بھی گہرائی میں جا کر دیکھنا نہیں چاہتے۔ پرانی باتیں ان کو بھول جاتی ہیں۔

یہ آیت جو میں نے تلاوت کی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے۔ ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔ تو ہر ایسا شخص جو اللہ کا خوف رکھتا ہے اس کو آخرت کا یقین ہے اور اگر اس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہو کر حساب کتاب کا خوف ہے، اگر وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا بننا چاہتا ہے تو اس کو لازماً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کی پیروی کرنا ہوگی کیونکہ یہ اعلیٰ نمونے، یہ اعلیٰ اخلاق، یہ اعلیٰ مثالیں صرف اور صرف حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی مل سکتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ ان نمونوں پر تم نے کیوں قائم ہونا ہے؟ اس لئے قائم ہونا ہے، فرماتا ہے، حکم دیتا ہے کہ اگر خلق عظیم پر کوئی شخص ہے تو وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ﴿وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾۔ (القلم: 5) (یعنی تو اپنی تعلیم اور اپنے عمل میں اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر قائم ہے۔)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں فرماتے ہیں: یعنی اپنی ذات میں تمام مکارم اخلاق کا ایسا متمم اور مکمل ہے کہ اس پر زیادہ متصور نہیں۔ کہ یہ جو اعلیٰ اخلاق ہیں اتنے مکمل آپ میں پائے جاتے ہیں کہ اس سے زیادہ کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ فرمایا کیونکہ لفظ عَظِیْم محاورہ عرب میں اس چیز کی صفت میں بولا جاتا ہے جس کو اپنا نوعی کمال پورا پورا حاصل ہو۔ یعنی جو بھی صفت ہے اس میں وہ انتہائی حد تک پہنچی ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ بعضوں نے کہا ہے کہ عَظِیْم وہ چیز ہے جس کی عظمت اس حد تک پہنچ جائے کہ حیطہ ادراک سے باہر ہو جائے۔ یعنی عَظِیْم چیز وہ ہوتی ہے کہ عقل اس کو سوچ نہیں سکتی، اس کا احاطہ نہیں کر سکتی، اس تک پہنچ ہی نہیں سکتی۔

تو یہ ہیں وہ عظیم اخلاق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کے اعلیٰ معیار تک تمہاری عقل و سوچ پہنچ ہی نہیں سکتی۔ وہ سوچ سے باہر ہیں۔ اور جب وہ ایک مومن کی سوچ سے باہر ہو جائیں تو ایک ایسا آدمی جو مومن نہیں ہے، اس کی سوچ تو ان تک پہنچ ہی نہیں سکتی۔ وہ تو ہر ایسے پہلو کی اپنی سوچ کے مطابق اپنی ہی تشریح کرے گا۔ اور اگر کرے گا بھی تو اگر اچھائی کی طرف بھی جائے تو اس کا ایک محدود دائرہ ہوگا۔ ہمیں بہرحال یہ حکم ہے کہ تم بہرحال اپنی استعدادوں کے مطابق ان اخلاق کی پیروی کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ کی اس زبردست گواہی کے باوجود کہ آپؐ عظیم خلق پر قائم ہیں اور اللہ کا قرب پانے کے لئے، آپؐ کے نقش قدم پر چلنا ضروری ہے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیشہ اپنے آپ کو عاجز بندہ ہی سمجھا ہے۔ چنانچہ ایک دعا جو آپؐ مانگا کرتے تے وہ آپؐ کے اس خلق عظیم کو اور بلندیوں پر لے جاتی ہے۔ اور بے اختیار آپ کے لئے درود و سلام نکلتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے: کہ اے اللہ! جس طرح تو نے میری شکل و صورت اچھی اور خوبصورت بنائی ہے اسی طرح میرے اخلاق و عادات بھی اچھے بنا دے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 6صفحه 150مطبوعه بيروت)

دیکھیں خوبصورت شکل و صورت پر بے اختیار اللہ تعالیٰ کے حضور شکر کے جذبات نکل رہے ہیں۔ اور ساتھ یہ بھی کہ اے خدا! تو نے کہہ تو دیا کہ یہ نبی خلق عظیم پر قائم ہے۔ لیکن میں بشر ہوں اس لئے میرے اخلاق و اطوار ہمیشہ اچھے ہی رکھنا۔ ان پاک نمونوں کو قائم کرنے کی جو ذمہ داری تو نے میرے سپرد کی ہے اس کو مجھے احسن طور پر بجا لانے کی توفیق بھی دینا۔ تو دیکھیں یہ اعلیٰ اخلاق اور عاجزی کی انتہا۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو فرما رہا ہے کہ تم خلق عظیم پر قائم ہو، امت کو فرما رہا ہے کہ اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو۔ لیکن آپؐ یہ دعا مانگ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ! میرے اخلاق و عادات و اطوار ہمیشہ اچھے ہی رکھنا۔ دنیا داروں میں دیکھ لیں اگر کوئی افسر کسی کی تعریف کر دے تو دماغ آسمانوں پہ چڑھ جاتا ہے کہ مَیں پتہ نہیں کیا چیز بن گیا ہوں۔

اب یہ اعتراض کرنے والے بتائیں جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اعتراض کرتے ہیں کہ کیا انسانی تاریخ میں اس جیسا عاجزی کا پیکر کوئی نظر آتا ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہر وقت یہ کوشش ہوتی تھی کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے اخلاق پر ڈھالیں۔ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے حکموں کے مطابق اپنی زندگی گزاریں اور یوں اپنی امت کے لئے کامل اور مکمل نمونہ بنیں۔ اور آپؐ نے یہ ثابت کر دکھایا۔

چنانچہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن کے عین مطابق تھے وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میں خوش ہوتے تھے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی ہوتی تھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تو اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے

لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔(الشفاء لقاضی عیاض الباب الثانی ۔الفصل العاشر ۔الاخلاق الحمیدہ ۔صفحہ 173)

اور یہ کوئی چند ایک یا دس بیس واقعات نہیں ہیں جن سے آپؐ کے اخلاق کا ہمیں پتہ چلتا ہے۔اوراس بارے میں صرف آپؐ کی بیوی کی ہی گواہی نہیں ہے۔گھریلو زندگی کا اندازہ کرنے کے لئے بیوی کی گواہی بھی بہت بڑی گواہی ہوتی ہے اور بیوی بچوں کی گواہیوں سے ہی کسی کے گھر کے اندرونی حالات کا اورکسی کے اعلیٰ اخلاق کا پتہ لگتا ہے۔لیکن آپؐ کے اعلیٰ اخلاق کے بارے میں توہزاروں مثالیں مختلف طبقات کے لوگوں سے مل جاتی ہیں۔خادم جوگھر کے اندر خدمت کے لئے ہو، گھر کے حالات سے بھی باخبر رہتا ہے اور باہر کے حالات سے بھی باخبر رہتا ہے۔انہیں خدام میں سے ایک حضرت انسؓ تھے۔وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سے سب سے زیادہ اچھے اخلاق کے مالک تھے۔حضرت انسؓ کا یہ بیان بھی ہے کہ اتنا عرصہ مَیں نے خدمت کی، 12-10 سال جوخدمت کی،کبھی آج تک کسی بات پر، میری کسی کوتاہی پر، میری کسی غلطی پر سخت الفاظ مجھے نہیں کہے۔

پھر آپ کے اعلیٰ اخلاق کے بارے میں ایک اور روایت میں حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت اور خوش اخلاق تھے۔(بخاری کتاب المناقب ۔باب صفة النبیؐ)

اعلیٰ اخلاق کا اظہار چہروں سے بھی ہوتا ہے۔اگرکوئی ہروقت اپنے چہرے پر بدمزگی طاری کئے رکھے اور سنجیدگی اور غصہ ظاہر ہورہا ہوتو اندر جیسے مرضی اچھے اخلاق ہوں، دوسرا دیکھنے والاتو ایک دفعہ پریشان ہوجاتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی کیفیت بھی کیا ہوتی تھی۔روایات میں آتا ہے کہ ہروقت چہرے پر مسکراہٹ ہوتی تھی۔

حضرت عبداللہ بن حارثؓ بیان کرتے ہیں کہ:مَیں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ متبسم اور مسکرانے والا کوئی نہیں دیکھا۔

(الشفاء لقاضی عیاض ۔الباب الثانی ۔الفصل السادس عشر ۔حسن عشرته)

پھرایک صحابی حضرت قیسؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے جریر بن عبداللہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ اسلام لانے کے زمانے سے(یعنی جب سے وہ مسلمان ہوئے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کبھی بھی ملنے سے منع نہیں فرمایا۔اورآنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی انہیں دیکھتے تو مسکرادیا کرتے تھے۔(البخاری ۔کتاب المناقب باب ذکر جریر بن عبدالله البجلی)

حضرت اُمّ معبدؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کو یوں بیان کرتی ہیں کہ:

’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم دور سے دیکھنے میں لوگوں میں سے سب سے زیادہ خوبصورت تھے اورقریب سے دیکھنے میں انتہائی شیریں زبان اور عمدہ اخلاق والے تھے‘‘۔(الشفاء لقاضی عیاض الباب الثانی الفصل الثالث : نظافته صفحه 152) ۔دیکھ کے ہی پتہ لگ جاتا تھا کہ یہ شخص نرم خو،نرم دل ہے۔جوحسن دور سے دیکھنے پر ہرظاہری حسن کو ماند کردیتا تھا۔کوئی بھی حسین چہرہ دیکھنے میں اس چہرے کے مقابلے کا نہیں تھا۔ یہ حسن صرف ایسا حسن نہیں تھا جو دور سے ہی حسین نظر آتا ہوکہ واسطہ پڑنے پر کچھ اور نکلے۔ بلکہ اس حسین چہرے سے جب ملاقات کا موقع پیدا ہوتا تھا تو آپؐ کے اعلیٰ اخلاق،آپؐ کی نرم اور میٹھی زبان اس حسن کو چار چاند لگا دیا کرتے تھے اور حضرت اُمّ معبدؓ نے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کا بڑا خوبصورت نقشہ کھینچا ہے کہ قریب سے دیکھنے سے انتہائی شیریں زبان اور عمدہ اخلاق والے تھے۔

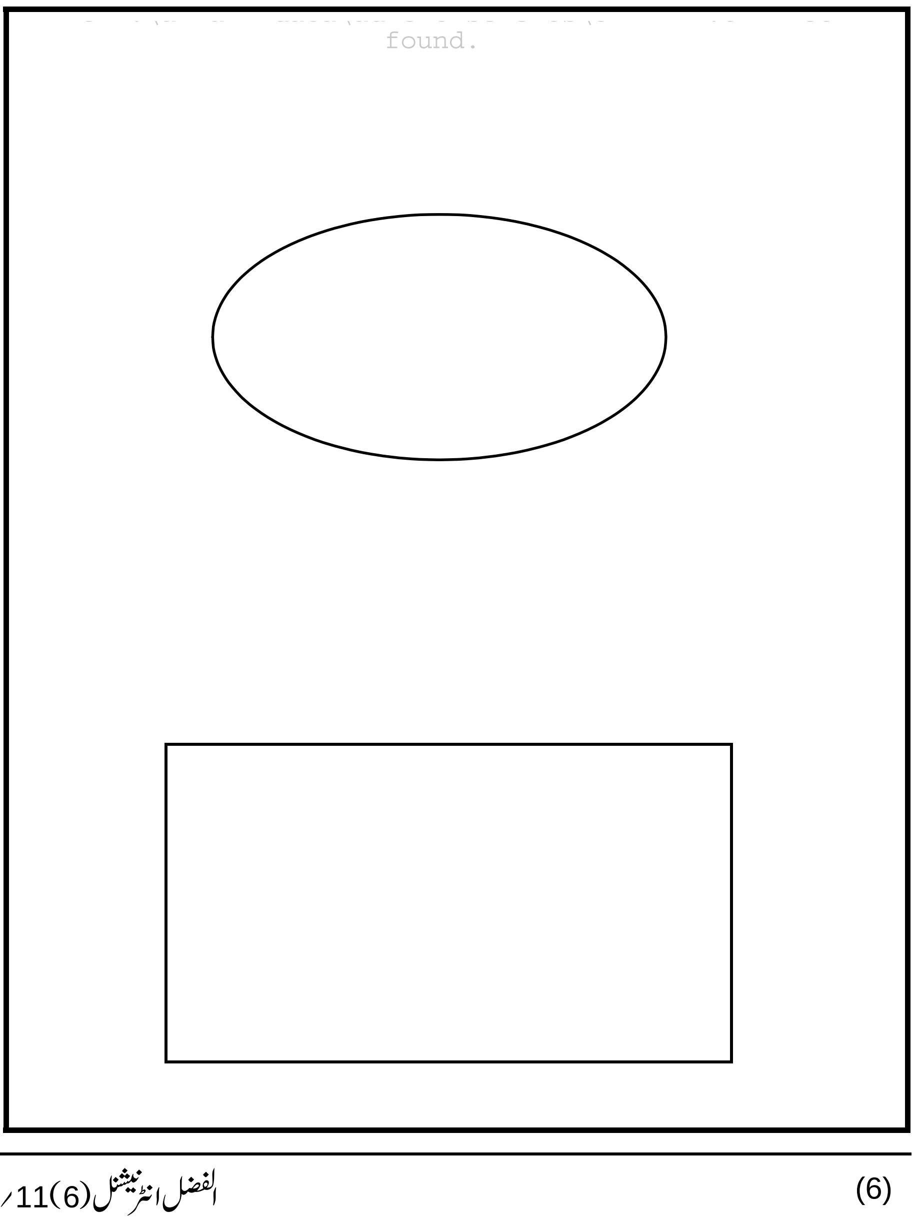

لوگوں سے معاملات کے بارے میں حضرت علیؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

آپؐ لوگوں میں سب سے زیادہ فراخ سینہ تھے۔اور گفتگو میں لوگوں میں سب سے زیادہ سچے تھے۔اوران میں سب سے زیادہ نرم خو تھے اور معاشرت اور حسن معاملگی میں سب سے زیادہ معزز اور محترم تھے۔(الشفاء لقاضی عیاض الباب الثانی الفصل السادس العشر حسن عشرته صفحه 184) یعنی آپؐ میں بہت ہی زیادہ وسعت حوصلہ تھی۔باوجود سچے ہونے کے اگرکسی معاملے میں آپ سے کوئی بدکلامی کرتا تو پھر بھی آپؐ صبر وتحمل کا مظاہرہ فرماتے تھے۔چنانچہ جب ایک دفعہ آپ سے ایک یہودی نے واپسی قرضہ کا مطالبہ کیا اور قرضے کی مدت ابھی ختم نہیں ہوئی تھی اور یہ مطالبہ اس سے پہلے ہی کردیا تھا اور سختی بھی کی بلکہ آپ کی گردن میں کپڑا کھینچا تب بھی آپؐ نے انتہائی نرمی سے اس سے گفتگو فرمائی اور میعاد کا حوالہ نہیں دیا بلکہ اس کا مطالبہ پورا کردیا۔آپؐ کا حسن،آپؐ کے اعلیٰ اخلاق،آپؐ کا صدق آپؐ کے چہرے سے چھلکا کرتا تھا اور ہر اس شخص کو نظر آتا تھا جوتعصب کی عینک اتار کر دیکھتا تھا۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: جب مَیں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک چہرہ دیکھا تو میں جان گیا کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا۔

(سنن دارمی کتاب الاستئذان باب فی افشاء السلام)

اب اسلام لانے سے پہلے یہ بڑے یہودی عالم تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کوکسی نیکی کی وجہ سے حق کی پہچان کروائی تھی اور جب انہوں نے انصاف کی نظر سے دیکھا تو پہچان لیا کہ یقیناً یہ ایسے شخص کا چہرہ ہے جو یقیناً سچا اور اللہ تعالیٰ کے خُلق پر قائم ہے۔آپؐ کی مجالس کی خوبصورتیاں اور حسن سلوک کے نظارے اب دیکھیں۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اچھے اخلاق کا مالک کوئی بھی نہیں تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ یا اہل خانہ میں سے جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً اس کی بات کا جواب دیتے اور حضرت جریر بن عبداللہؓ نے بتایا کہ مَیں نے جب سے اسلام قبول کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی مجھے دیکھا یا نہیں بھی دیکھا مگر مَیں نے ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسکراتے ہوئے ہی پایا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کے ساتھ مزاح بھی فرمایا کرتے تھے اور ان میں گھل مل جاتے تھے۔اوران سے باتیں بھی کرتے تھے اوران کے بچوں سے خوش طبعی بھی فرماتے تھے۔(یعنی ہنسی مذاق کی باتیں بھی کیا کرتے تھے)۔انہیں اپنی آغوش میں بھی بٹھا لیتے تھے اور ہرایک کی پکار کا جواب بھی دیتے تھے۔ ہرایک جو بلاتا تھا اس کا جواب بھی دیتے تھے خواہ وہ آزاد ہو(ایک آزاد آدمی ہو) یا غلام ہو(یا لونڈی ہو) یا مسکین ہو۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہر کے دور کے حصے میں بھی مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے اور معذور کا عذر قبول فرمالیا کرتے تھے۔(الشفاء لقاضی عیاض الباب الثانی الفصل السادس عشر: حسن عشرته صفحه 186)

پھر حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ اگرکوئی شخص بات کرنے کے لئے آپؐ کے کان سے منہ لگاتا تو آپؐ سر کو پیچھے نہ ہٹاتے تھے یہاں تک کہ وہ خود پیچھے ہٹ جاتا۔ جب بھی کسی نے آپؐ کے دست مبارک کو پکڑا تو آپؐ نے کبھی اپنا ہاتھ نہ چھڑایا جب تک وہ خود نہ چھوڑ دیتا۔صحابہ کرامؓ سے مصافحہ کرنے میں آپؐ پہل فرمایا کرتے تھے۔ جب بھی کوئی شخص ملتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہلے سلام کرتے۔اپنے ساتھیوں کے درمیان پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے جس سے دوسروں کو تنگی ہو۔جوشخص آپؐ کے پاس حاضر ہوتا آپؐ اس کی عزت کرتے اور بعض اوقات اس کے لئے کپڑا اچھا دیتے یا وہی تکیہ دے دیتے جو آپؐ کے پاس ہوا کرتا تھا اور آپ اصرار فرمایا کرتے تھے کہ وہ اس پر بیٹھے۔صحابہ کوان کی کنیت اوران کے پسندیدہ ناموں سے بلایا کرتے تھے۔ کسی کی بات کو ٹوکتے نہ تھے۔ اگرکوئی شخص آپؐ کے پاس ایسے وقت میں آجاتا کہ آپؐ نماز میں مشغول ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو مختصر فرمادیا کرتے تھے۔اس کی ضرورت کو پوری کرنے کے

بعد پھر نماز میں مشغول ہو جایا کرتے تھے۔ نزولِ قرآن، وعظ و نصیحت اور خطبہ کے وقت کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ متبسم اور ہشاش بشاش نظر آتے تھے۔ (الشفاء لقاضی عیاض الباب الثانی الفصل السادس عشر: حسن عشرته صفحه 186)۔

دیکھیں اتنے بوجھ، اتنی ذمہ داریاں، اتنی فکریں، دشمنوں کی طرف سے بے شمار چرکے اور تکلیفیں، ان باتوں کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے اپنے ربّ کے حضور حاضر ہیں لیکن جب کوئی ملنے آ گیا تو اعلیٰ اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی بات پہلے سن لی جائے۔ فوراً عبادت کو مختصر کیا اور مسکراتے ہوئے تشریف لے آئے کہ ہاں بتاؤ کیا حاجت ہے، کیا ضرورت ہے۔ تو یہ سب کچھ اس لئے برداشت کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی تعلیم کے مطابق یہ اعلیٰ اخلاق دنیا میں قائم کرنے ہیں، لوگوں کے لئے نمونہ بننا ہے۔

پھر دیکھیں وہ نظارہ کہ لوگ لائنوں میں لگے کھڑے ہیں کہ تبرک حاصل کر لیں اور آپؐ بڑی خوش اخلاقی کے ساتھ ان کی اس خواہش کو پورا فرما رہے ہیں اور ان میں بھی بہت بڑا طبقہ بچوں اور غرباء پر مشتمل ہوتا تھا۔

چنانچہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے رہنے والے خدمت گزار اپنے برتنوں میں پانی بھر کر لاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز سے فارغ ہو کر ان کے برتنوں میں ہاتھ ڈبوتے حالانکہ بسا اوقات صبح کے وقت سخت سردی بھی ہوا کرتی تھی۔ یہ لوگ برکت کی خاطر ایسا کرتے تھے، کہ پانی کا تبرک لے کر جائیں۔

(الشفاء لقاضی عیاض الباب الثانی الفصل السادس عشر: حسن عشرته صفحه 186)

پھر دیکھیں گھر میں کیا زندگی تھی۔ ایک آواز پر سارا شہر بخوشی آپؐ کی خدمت کے لئے دوڑا چلا آتا، اکٹھا ہو سکتا تھا، جمع ہو سکتا تھا لیکن کیونکہ اعلیٰ نمونے قائم کرنے تھے اس لئے اپنے ذاتی کاموں میں کسی سے مدد نہیں لی۔

ہشام بن عروہؓ اپنے والد حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی شخص نے پوچھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کوئی کام کاج کیا کرتے تھے؟ حضرت عائشہؓ نے کہا: ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جوتی خود مرمت کر لیتے تھے، اپنا کپڑا سی لیتے تھے اور اپنے گھر میں اسی طرح کام کیا کرتے تھے جس طرح تم سب لوگ اپنے گھروں میں کام کرتے ہو۔ (مسند احمد جلد 6 صفحه 167 و 121)

آج کل دیکھیں 99 فیصد مرد ایسے ہیں کہ اگر قمیص کا بٹن ٹوٹ گیا ہو یا کوئی ٹانکا اکھڑا ہو تو بیویوں کے ناک میں دم کیا ہوتا ہے۔ آپؐ خود لگا لیا کرتے تھے۔ بلکہ بعض دفعہ تو گھر میں جھاڑو بھی دے لیا کرتے تھے۔

آپؐ کی سادگی اور اعلیٰ اخلاق کی تصویر ایک اور روایت میں ذرا تفصیل سے اس طرح کھینچی گئی ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بڑی سادہ تھی۔ آپؐ کسی کام کو عار نہیں سمجھتے تھے۔ اپنے اونٹ کو خود چارہ ڈالتے، گھر کا کام کاج کرتے، اپنی جوتیوں کی مرمت کر لیتے، کپڑے کو پیوند لگا لیتے، بکری کا دودھ دوہ لیتے، خادم کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے۔ آٹا پیستے ہوئے اگر وہ تھک جاتا تو اس میں اس کی مدد کرتے۔ بازار سے گھر کا سامان اٹھا کر لانے میں شرم محسوس نہ کرتے۔ امیر غریب ہر ایک سے مصافحہ کرتے۔ سلام میں پہل کرتے۔ اگر کوئی معمولی کھجوروں کی دعوت دیتا تو آپؐ اسے حقیر نہ سمجھتے اور قبول کرتے۔ آپؐ نہایت ہمدرد، نرم مزاج، اور حلیم الطبع تھے۔ آپؐ کا رہن سہن بہت صاف ستھرا تھا۔ بشاشت سے پیش آتے۔ تبسم آپؐ کے چہرے پر چھلکتا رہتا۔ آپؐ زور کا قہقہہ لگا کر نہیں ہنستے تھے۔ خدا کے خوف سے فکرمند رہتے تھے لیکن ترش روئی اور خشکی نام کو نہ تھی۔ منکسر المزاج تھے لیکن اس میں بھی کسی کمزوری، پس ہمتی کا شائبہ تک نہ تھا۔ بڑے سخی تھے لیکن بے جا خرچ سے ہمیشہ بچتے۔ نرم دل رحیم و کریم تھے۔ ہر مسلمان سے مہربانی سے پیش آتے۔ اتنا پیٹ بھر کر نہ کھاتے کہ ڈکار لیتے رہیں۔ کبھی حرص و طمع کے جذبہ سے ہاتھ نہ بڑھاتے بلکہ صابر و شاکر اور کم پر قانع رہتے۔ (اسد الغابہ جلد اول صفحه 29.

سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

Nayaab Travel Fernreisen

احمدی احباب کے لئے ڈسلڈورف میں دنیا بھر کے خوشگوار سفر اور کم قیمت ٹکٹوں کے لئے ایک ہی نام۔ نایاب ٹریول۔

مزید معلومات اور فوری بکنگ کے لئے بی۔ بیگ اور نصیر بیگ سے رابطہ کریں

لندن جانے کے لئے فیری کے سستے ٹکٹ ہم سے خرید فرمائیں

Tel: 00 49 - 211 - 2205611 Fax: 00 49 - 211 - 220 5613

e-mail: nayaab@web.de

Pionier Str. 15 40215 - Dusseldorf (Germany)

رسالہ قشیریۃ صفحه 75)۔ اور یہ صبر و شکر اور وقار اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی فطرت میں بچپن سے ہی پیدا کر دیا تھا۔ چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ جب آپؐ کی چچی بچوں کو کھانا وغیرہ یا کوئی اور چیز دیا کرتی تھیں تو آپؐ وقار سے ایک طرف بیٹھے رہتے تھے اور بلانے پر پھر بڑے باوقار طریقے سے جا کر کوئی چیز لیا کرتے تھے۔

پھر آپؐ کا حسن کلام ہے یعنی آپؐ کس طرح گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص آپؐ کے الفاظ کو گننا چاہے تو گن سکتا تھا۔ (سنن ابی داؤد کتاب العلم باب فی سرد الحدیث)۔ یہ ٹھہراؤ اس لئے تھا کہ لوگ سمجھ جائیں اور کسی قسم کا ابہام نہ رہے۔ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اس بات کی سمجھ نہیں آئی۔ لیکن اگر اس کے باوجود بھی کوئی دوبارہ پوچھتا تھا تو آپؐ بڑے تحمل سے بیان فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ روایات میں آتا ہے کہ بعض دفعہ تو آپؐ اہم باتوں کو کئی کئی دفعہ دوہرایا کرتے تھے۔

آپؐ کے حسن کلام اور اعلیٰ اخلاق کے بارے میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: مَیں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے انداز کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ یوں لگتے جیسے کسی مسلسل اور گہری سوچ میں ہیں اور کسی خیال کی وجہ سے آپؐ کو کچھ بے آرامی سی ہے۔ آپؐ اکثر چپ رہتے، بلاضرورت بات نہ کرتے۔ جب بات کرتے تو پوری وضاحت سے کرتے۔ آپؐ کی گفتگو مختصر لیکن فصیح و بلیغ، پُرحکمت اور جامع مضامین پر مشتمل، مگر زائد باتوں سے خالی ہوتی تھی۔ لیکن اس میں کوئی کمی یا ابہام نہیں ہوتا تھا۔ نہ کسی کی مذمت اور تحقیر کرتے، نہ توہین و تنقیض کرتے۔ چھوٹی سے چھوٹی نعمت کو بھی بڑا ظاہر فرماتے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے۔ شکر گزاری کا رنگ نمایاں تھا۔ کسی چیز کی مذمت نہ کرتے۔ نہ اتنی تعریف جیسے وہ آپؐ کو بے حد پسند ہو۔ مزیدار یا بدمزہ کے لحاظ سے کھانے پینے کی چیزوں کی تعریف یا مذمت میں زمین و آسمان کے قلابے ملانا آپؐ کی عادت نہ تھی۔ ہمیشہ میانہ روی شعار تھا۔ کسی دنیوی معاملے کی وجہ سے نہ غصے ہوتے، نہ برا مناتے۔ لیکن اگر حق کی بے حرمتی ہوتی اور یا حق غصب کر لیا جاتا تو پھر آپؐ کے غصے کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ جب تک اس کی تلافی نہ ہو جاتی آپؐ کو چین نہیں آتا تھا۔ حق کے لئے بہرحال سینہ سپر رہتے تھے اور وہ برداشت نہیں تھا کہ حق بیان نہ کیا جائے۔ اپنی ذات کے لئے کبھی غصے نہ ہوتے اور نہ اس کے لئے بدلہ لیتے۔ جب اشارہ کرتے تو پورے ہاتھ سے کرتے صرف انگلی نہ ہلاتے۔ جب آپؐ تعجب کا اظہار کرتے تو ہاتھ کو الٹا دیتے۔ جب کسی بات پر خاص طور پر زور دینا ہوتا تو ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے اس طرح ملاتے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو مارتے۔ جب کسی ناپسندیدہ بات کو دیکھتے تو منہ پھیر لیتے اور جب خوش ہوتے تو آنکھ کسی قدر بند کر لیتے۔ آپؐ کی زیادہ سے زیادہ ہنسی کھلے تبسم کی حد تک ہوتی۔ یعنی زور کا قہقہہ نہ لگاتے۔ ہنسی کے وقت آپؐ کے دندان مبارک ایسے نظر آتے تھے جیسے بادل سے گرنے والے سفید سفید اولے ہوتے ہیں۔

(شمائل ترمذی۔ باب کیف کان کلام رسول اللہ ﷺ)

حضرت براء بن عاذب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: مَیں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے سرخ جوڑا دھاری دار پہنا ہوا تھا اور پٹکا باندھا ہوا تھا۔ آپؐ سے بڑھ کر خوبصورت مَیں نے کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح (لمبا اور پتلا) تھا تو آپؓ نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ چاند کی طرح (گول اور چمکدار) تھا۔ (بخاری کتاب المناقب باب صفة النبی ﷺ)

عرب بھی مثالیں خوب تلاش کرتے ہیں۔ عربوں کے لئے تلوار اس زمانے میں ایک بہت اہم چیز تھی اور مردانگی اور مردانہ وجاہت کی نشانی بھی سمجھی جاتی تھی۔ انہوں نے شاید اسی لئے تلوار کی مثال دی۔ لیکن جس صحابی نے دیکھا تھا انہوں نے کہا کہ نہیں ایسے چہرے کی مثال تو چاند کی ہے جو گول بھی ہے، چمکدار بھی ہے۔ جس سے ٹھنڈی روشنی بھی نکلتی ہے۔ جس کو مستقل دیکھنے کو دل بھی چاہتا ہے۔ یہ اپنا گرویدہ بھی بنا لیتی ہے۔ اس حسین چہرے میں تو ٹھنڈک ہی ٹھنڈک تھی۔ تلوار کی مثال تو نہیں دی جا سکتی جس میں کاٹنے کی خاصیت ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن تو دلوں کو موہ لینے والا حسن تھا۔

پھر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپؐ کا چہرہ دمک رہا تھا اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشی کی خبر ملتی تھی تو آپؐ کا چہرہ ایسے چمک اٹھتا تھا گویا چاند کا ٹکڑا ہے اور اسی سے ہم آپؐ کی خوشی پہچان لیتے تھے۔

(بخاری کتاب المناقب باب صفة النبی ﷺ)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چاندنی رات میں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ رنگ کا لباس زیب تن فرمایا ہوا تھا۔ مَیں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا اور کبھی چاند کو۔ پس میرے نزدیک تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً اَحْسَنُ مِنَ الْقَمَر یعنی چاند سے کہیں زیادہ حسین تھے۔

(شمائل ترمذی۔باب فی خلق رسول اللہ ﷺ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال، خوبصورتی، وجاہت اور اخلاق کے بارے میں ایک تفصیلی روایت اس طرح بیان ہوئی ہے۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کرنے میں بڑے ماہر تھے اور مَیں چاہتا تھا کہ یہ میرے پاس ایسی باتیں بیان کریں جنہیں مَیں گرہ میں باندھ لوں۔ چنانچہ ہند نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارعب اور وجیہہ شکل وصورت کے تھے۔ چہرہ مبارک یوں چمکتا تھا گویا چودھویں کا چاند۔ میانہ قد یعنی پستہ قامت سے دراز اور طویل قامت سے قدرے چھوٹا۔ یعنی نہ چھوٹا قد تھا نہ بہت لمبا۔ درمیانہ قد تھا۔ سر بڑا، بال خم دار اور گھنے جو کانوں کی لَو تک پہنچتے تھے۔ مانگ نمایاں، رنگ کھلتا ہوا سفید، پیشانی کشادہ، ابرو لمبے باریک اور بھرے ہوئے جو باہم ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ درمیان میں سفید سی لکیر نظر آتی تھی جو غصے کے وقت نمایاں ہو جاتی تھی۔ ریش مبارک گھنی، رخسار نرم اور ہموار، دہن کشادہ، دانت ریخدار اور چمکیلے، آنکھوں کے کوئے باریک، گردن صراحی دار مگر چاندنی کی طرح شفاف جس پر سرخی جھلکتی تھی۔ معتدل الخلق، بدن کچھ فربہ لیکن بہت موزوں۔ پیٹ اور سینہ ہموار ہوتا تھا۔ سینہ چوڑا اور فراخ۔ جوڑ مضبوط اور بھرے ہوئے۔ جلد چمکتی ہوئی نازک اور ملائم۔ چھاتی اور پیٹ بالوں سے بالکل صاف سوائے ایک باریک سی دھاری کے جو سینے سے ناف تک چلی گئی تھی۔ کہنیوں تک دونوں ہاتھوں اور کندھوں پر کچھ کچھ بال۔ پہنچے لمبے، ہتھلیاں چوڑی، اور گوشت سے بھری ہوئی۔ انگلیاں لمبی اور سڈول۔ پاؤں کے تلوے قدرے بھرے ہوئے۔ قدم نرم اور چکنے کہ پانی بھی ان کے اوپر سے پھسل جائے۔ جب قدم اٹھاتے تو پوری طرح اٹھاتے۔ رفتار باوقار لیکن کسی قدر تیز جیسے بلندی سے اتر رہے ہوں۔ جب کسی کی طرف رخ پھیرتے تو پورا رخ پھیرتے۔ نظر ہمیشہ نیچی رہتی۔ یوں لگتا جیسے فضا کی نسبت زمین پر آپ کی نظر زیادہ پڑتی ہے۔ آپ اکثر نیم وا آنکھوں سے دیکھتے۔ اپنے صحابہ کے پیچھے چلتے اور ان کا خیال رکھتے۔ ہر ملنے والے کو سلام میں پہل فرماتے۔ (شمائل ترمذی باب فی خلق رسول اللہ ﷺ)

یہ آپ کے حسن و وجاہت اور اعلیٰ خلق کا ایک ایسا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ جو کچھ بھی انسانی طاقت کسی چیز کو بیان کرنے کی ہے اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ لیکن جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ آپ ؐ کا ہر خُلق عظیم تھا اور ہر معاملے میں آپ کی عظمت اتنی تھی کہ احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ پھر بھی لگتا ہے کہ یہاں کمی رہ گئی ہے۔ اس سے بہت بڑھ کر ہوں گے جو بیان ہوا ہے۔

آپؐ کے حسن کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر شفاف حسین اور خوبصورت تھے گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن مبارک چاندی سے ڈھالا گیا ہے۔ (شمائل ترمذی باب فی خلق رسول اللہ ﷺ)

اور آپؐ کی خوبصورت چال کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین کوئی نہیں دیکھا گویا آپؐ کا چہرہ مبارک ایک درخشندہ آفتاب کی مانند تھا۔ اور مَیں نے چلنے میں آپؐ سے تیز کسی کو نہیں پایا گویا زمین آپ کے لئے سمٹتی جاتی تھی۔ ہمیں آپؐ کے ساتھ چلتے رہنے میں کافی دقت پیش آتی تھی جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی معمول کی رفتار سے چل رہے ہوتے تھے۔

(شمائل ترمذی باب ما جاء فی مشیۃ رسول اللہ ﷺ)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روشن اور صاف رنگ کے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ موتیوں کی طرح نظر آتا تھا۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تھے تو جس طرح آدمی ڈھلوان سے اترتے ہوئے چل رہا ہوتا ہے آپؐ کے چلنے میں اس طرح کی روانی ہوتی تھی۔ (مسلم کتاب الفضائل باب طیب رائحۃ النبی ﷺ)

آپؐ کے ہاتھوں کی نرمی کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مَیں نے کوئی ریشم یا ریشم ملا کپڑا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو کبھی نہیں چھوا۔

(بخاری کتاب الفضائل باب صفۃ النبی ﷺ)

باوجود اس کے کہ گھریلو کام بھی کرتے تھے، جنگوں میں بھی حصہ لیتے تھے۔ سب صحابہ سے سخت جان تھے۔ جنگ احزاب میں جب ایک جگہ چٹان نہیں ٹوٹ رہی تھی تو آپؐ کی ضربات نے ہی اسے ریزہ ریزہ کر دیا تھا۔ تو نرم ہاتھوں سے کوئی اس غلط فہمی میں نہ پڑے کہ ان ہاتھوں نے مشقت نہیں کی تھی۔ یہ ہاتھ تو سب سے زیادہ مشقت کرنے والے ہاتھ تھے اور اس کی بے شمار مثالیں ہیں۔ آپ کو خوشبو بہت پسند تھی۔ خوشبو لگایا کرتے تھے۔

حضرت جابر بن سمرہؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی آپؐ اپنے اہل خانہ کی طرف چلے اور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہولیا تو کچھ بچے آپؐ کے سامنے آگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ہر ایک کے رخسار کو چھونے اور پیار کرنے لگے۔ راوی بیان کرتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گال پر بھی پیار کرتے ہوئے چھوا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھنڈا اور ایسا خوشبودار پایا گویا کہ آپ نے اسے کسی عطار کے برتن میں سے نکالا ہے۔ (مسلم کتاب الفضائل باب طیب رائحۃ النبیؐ)

خوشبو آپؐ کو بہت پسند تھی، خوشبو لگایا کرتے تھے اور ایک خاص جگہ رکھا کرتے تھے۔ یہ بھی روایت میں آتا ہے کہ ایک شیشی میں رکھا کرتے تھے۔ اس سے خوشبو لگایا کرتے تھے۔

(شمائل ترمذی باب ماجاء فی تعطر رسول اللہ ﷺ)

پھر آپ کی حیا ہے۔ وہ بھی آپؐ میں اس قدر تھی کہ جس کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ حیا ایمان کا حصہ ہے۔ بچپن میں بھی آپؐ میں اتنی حیا تھی کہ ایک موقع پر آپؐ کا کپڑا اوپر ہونے پر جب آپؐ کو ننگ کا احساس ہوا تو آپ کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔ حالانکہ وہ کوئی ایسی بات نہیں تھی اور اس وقت آپ کی عمر بھی چھوٹی تھی لیکن آپؐ کی حیادار فطرت کو اتنا بھی گوارا نہیں ہوا۔ اور پھر جب آپؐ نے اپنے نمونے قائم کرنے تھے پھر تو اس حیا میں کوئی مقابلہ ہی نہیں کرسکتا۔

چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پردہ دار کنواری دوشیزہ سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ (بخاری کتاب المناقب باب صفۃ النبی ﷺ) اور آپؐ جب بھی کوئی ناپسندیدہ چیز کو دیکھتے تو ہم اسے آپؐ کے چہرہ مبارک سے جان لیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اعلیٰ نمونوں کی وجہ سے صحابہؓ کا اخلاص بھی اس قدر بڑھ گیا تھا کہ وہ ہر وقت آپ کے چہرے کو دیکھا کرتے تھے کہ اس سے آپؐ کی پسند اور ناپسند کا پتہ لگائیں اور پھر آپ کی خواہش کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالیں۔

حضرت حسان بن ثابتؓ ایک قصیدے میں فرماتے ہیں ؎

وَاَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِیْ ۔۔۔ وَاَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ

کہ تجھ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا اور نہ ہی تجھ سے زیادہ خوبصورت بچہ کسی عورت نے جنا ہے۔

پھر کہتے ہیں کہ ؎

خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ ۔۔۔ کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَآءُ

کہ آپؐ ہر عیب و نقص سے پاک بنائے گئے گویا کہ آپؐ اپنی مرضی سے اور جس طرح آپ نے چاہا اس عالم میں تشریف لائے۔

عطاء بن یسار سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے ملا اور کہا کہ آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ نشانیاں بتائیں جو تورات میں مذکور ہیں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے اور پھر فرمایا خدا کی قسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض صفات تورات میں بھی وہی مذکور ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ مثلاً یہ آیت ﴿یَآ اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا......﴾ (الاحزاب:45) یعنی اے نبی ہم نے تجھے بطور شاہد کے اور مبشر اور نذیر کے بھیجا ہے۔ نیز امیوں کے لئے حفاظت کا ذریعہ بنایا ہے۔ تُو میرا بندہ اور میرا رسول ہے۔ مَیں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے۔ نیز نہ تو تُو بدخلق، درشت کلام ہے اور نہ سخت دل۔ اور نہ ہی بازاروں میں شور مچانے والا ہے۔ بدی کا بدلہ بدی سے نہیں دیتا بلکہ درگزر کرتا اور معاف کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک اسے وفات نہیں دے گا جب تک کہ وہ اس کے ذریعے سے ایک ٹیڑھی قوم کو راہ راست پر قائم نہ کر دے۔

(بخاری کتاب التفسیر باب انا ارسلناک شاھدا......)

M. S. DOUBLE GLAZINGLTD
Supplier & Installers
UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries
For Friendly Quote Please Contact : Muhammad Sajid Qamar
Tel: 020 8664 8040 Mobile:07734470783 Fax: 020 8665 6685
Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee
احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔ اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

پس دیکھیں کس طرح یہ باتیں سچی ثابت ہوئی ہیں۔ دنیا دار لوگ اگر کوئی بھی نیکی کریں یا مثلاً نیکیوں کا اظہار کرنے والے لوگ۔ اگر کوئی نیکی کرے یا نیکی کرنے کی کوشش کریں تو نیکی کے اظہار کے لئے وقتی طور پر یہ ہوتا ہے کہ مشکل راستہ اختیار کیا جائے۔ وقتی طور پر اس لئے کہ ان میں مستقل مزاجی تو ہوتی نہیں۔ دکھاوے کی نیکیاں ہوتی ہیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دو معاملات میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا حق دیا جاتا تو آپؐ ہمیشہ آسان کو اختیار فرماتے بشرطیکہ گناہ نہ ہو۔ اور اگر آسان معاملے میں گناہ کا اندیشہ ہوتا تو آپؐ تمام لوگوں سے اس معاملے میں سب سے زیادہ دُور اور محتاط ہوتے۔ آپؐ نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ سوائے اس کے کہ اگر کوئی اللہ کی بے حرمتی کرتا تو آپؐ اللہ کے لئے اس سے انتقام لیتے۔

(بخاری کتاب المناقب باب صفة النبیؐ)

آپؐ کا ہر قول، ہر فعل خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے تھا۔ ایک تو ہر کام میں آسان راستہ تلاش کرتے۔ دوسرے آسان اور مشکل راستے کا فیصلہ اس سوچ سے فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے، اس کی رضا کیا ہے۔ اور پھر اگر کسی سے انتقام لیا بھی تو اپنی ذات کے لئے نہیں لیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی غیرت کی خاطر لیا۔

آپؐ کی غذا بھی نہایت سادہ تھی۔ لیکن اچھا کھانا میسر آتا تو وہ بھی پسند فرمایا کرتے تھے۔ حضرت انسؓ ایک دعوت کا ذکر کرتے ہیں کہ آپؐ ایک دعوت میں تشریف لے گئے۔ کہتے ہیں مَیں بھی ساتھ تھا۔ اس دعوت میں جو کی روٹی اور کدو گوشت کا سالن پیش کیا گیا۔ راوی کہتے ہیں چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو پسند تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شوربے میں سے کدو تلاش کر کر کے نوش فرماتے رہے۔ اس لئے مجھے بھی کدو سے رغبت ہوگئی۔

(شمائل ترمذی باب ما جاء فی صفة ادالم رسول الله ﷺ)

اگر آج کسی دعوت میں کسی کو کدو گوشت کھلائیں تو شاید مذاق اڑنا شروع ہو جائے۔ اس زمانے میں تو ایسے حالات تھے کئی کئی دن فاقوں میں گزرتے تھے۔

پھر حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھانے میں میٹھی چیز اور شہد پسند فرمایا کرتے تھے، آپؐ کو میٹھا پسند تھا۔ (بخاری کتاب الأطعمة باب الحلوی والعسل)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اہل خانہ اکثر کئی کئی راتیں بھوک میں گزار دیا کرتے تھے۔ (شمائل ترمذی باب ما جاء فی صفة رسول الله ﷺ)

تو جیسا کہ پسند کا ذکر آیا ہے، میٹھا کھانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میٹھا ہوگا تو کھاؤں گا، نہیں ہوگا تو نہیں کھاؤں گا۔ فلاں چیز پکے گی تو کھاؤں گا اور وہ ضرور ملے۔ اگر مل گیا تو الحمد للہ اور اگر نہیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف بھوک برداشت کرنے کی تلقین ہی نہیں فرمائی بلکہ عملاً یہ کر کے دکھایا۔ بعض دفعہ یہ بھی ہوتا تھا کہ پوچھتے ہیں گھر میں کچھ کھانے کو ہے۔ اگر جواب 'نہیں' میں ملتا تو کہتے اچھا ٹھیک ہے آج روزہ رکھ لیتے ہیں۔ اور یہ روزے بھی اکثر اوقات آٹھ پہرے ہوتے تھے۔ یعنی ایک رات کو کھایا ہے تو اگلے دن 24 گھنٹے بعد رات کو روزہ افطار کیا ہے۔

جنگ خندق میں جب صحابہ نے بھوک کی وجہ سے خالی پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے۔ آپ کو دکھائے تو آپؐ نے بھی اپنا کپڑا اٹھا کر دکھایا کہ تمہارا ایک پتھر بندھا ہوا ہے، میرے دو پتھر بندھے ہوئے ہیں۔ غرض اگر کبھی صحابہ کسی مشکل میں گرفتار ہوئے تو سب سے بڑھ کر اس مشکل میں آپؐ نے خود اپنے آپ کو ڈالا ہے تاکہ نمونے قائم کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھو کہ آپؐ کی نبوت کے زمانے میں سے تیرہ سال مصائب اور شدائد کے تھے اور دس سال قوت و ثروت اور حکومت کے۔ مقابل میں کئی قومیں۔ اول تو اپنی ہی قوم تھی۔ یہودی تھے۔ عیسائی تھے۔ بت پرست قوموں کا گروہ تھا۔ مجوس تھے وغیرہ، جن کا کام کیا ہے؟ بت پرستی، جو ان کا حقیقی خدا کے اعتقاد سے پختہ اعتقاد اور مسلک تھا۔ وہ کوئی کام کرتے ہی نہ تھے جو بتوں کی عظمت کے خلاف ہو۔ شراب خوری کی یہ نوبت کہ دن میں پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ شراب بلکہ پانی کی بجائے شراب ہی سے کام لیا جاتا تھا۔ حرام کو تو شیر مادر جانتے تھے۔ اور قتل وغیرہ ان کے نزدیک ایک گاجر مولی کی طرح تھا۔ غرض کُل دنیا کی اقوام کا نچوڑ اور گندے عقائد کا عطر ان کے حصے میں آیا ہوا تھا۔ اس قوم کی اصلاح کرنی اور پھر ان کو درست کرنا اور پھر اس پر زمانہ وہ کہ یکہ و تنہا بے یار و مددگار پھرتے ہیں۔ کبھی کھانے کو ملا اور کبھی بھوکے ہی سو رہے۔ جو چند ایک ہمراہی ہیں ان کی بھی ہر روز بُری گت بنتی ہے۔ بے کس اور بے بس۔ اِدھر کے اُدھر اور اُدھر کے اِدھر مارے مارے پھرتے ہیں۔ وطن سے بے وطن کر دیئے گئے۔

پھر دوسرا زمانہ تھا کہ تمام جزیرہ عرب ایک سرے سے دوسرے سرے تک غلام بنا ہوا ہے۔ کوئی مخالفت کے رنگ میں چوں بھی نہیں کر سکتا۔ اور ایسا اقتدار اور رعب خدا نے دیا ہوا ہے کہ اگر چاہتے تو کل عرب کو قتل کر ڈالتے۔ اگر ایک نفسانی انسان ہوتے تو ان سے ان کی کرتوتوں کا بدلہ لینے کا عمدہ موقع تھا۔ جب الٹ کر مکہ فتح کیا تو ﴿لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ﴾ فرمایا۔

غرض اس طرح سے جو دونوں زمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آئے اور دونوں کے واسطے ایک کافی موقع تھا کہ اچھی طرح سے جانچے پرکھے جاتے۔ اور ایک جوش یا فوری ولولہ کی حالت نہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر طرح کے اخلاق فاضلہ کا پورا پورا امتحان ہو چکا تھا۔ اور آپؐ کے صبر، استقلال، عفت، حلم، بردباری، شجاعت، سخاوت، جود وغیرہ وغیرہ کل اخلاق کا اظہار ہو چکا تھا اور کوئی ایسا حصہ نہ تھا جو باقی رہ گیا ہو۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ 148-149)

پھر فرمایا کہ: ''وہ انسان جس نے اپنی ذات سے اپنی صفات سے اپنے افعال سے، اپنے اعمال اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پر زور دریا سے کمالِ تام کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسان کامل کہلایا''۔ یعنی اپنے تمام عمل اور فعل سے اعلیٰ نمونے دکھائے جو ایک مکمل انسان کے ہو سکتے ہیں۔ ''وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسان کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالَم کا عالَم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہوگیا۔ وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء، ختم المرسلین، فخر النبیّین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے ہمارے خدا! اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتدائے دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔ اگر یہ عظیم الشان نبی دنیا میں نہ آتا تو پھر جس قدر چھوٹے چھوٹے نبی دنیا میں آئے جیسا کہ یونسؑ اور ایوبؑ اور مسیح بن مریمؑ اور ملاکیؑ اور یحییٰؑ اور زکریاؑ وغیرہ وغیرہ ان کی سچائی پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں تھی اگرچہ سب مقرب اور وجیہہ اور خدا تعالیٰ کے پیارے تھے۔ یہ اس نبی کا احسان ہے کہ یہ لوگ بھی دنیا میں سچے سمجھے گئے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ وَاٰخِرُدَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔'' (اتمام الحجة صفحہ 36)

آپؑ ہمیں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپؐ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اس قدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکرگزاری کے طور پر آپؐ پر درود بھیجیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

❋❋❋ ❋ ❋❋❋

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

بقیہ: گھر کی جنّت از صفحہ نمبر 11

کی وارث بنتی ہے۔ اگر ماں نیک ہو اور نیک تربیت کرے تو اس کی پاک رہنمائی میں بچے ضرور اس کے قدموں کی جنت کو حاصل کر لیں گے۔

لہٰذا درد دل سے اولاد کی نیکی و پارسائی اور دین و دنیا کی حسنات کے لئے دعائیں کرتے رہنا چاہئے۔ نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک و مقبول دعائیں ہمیشہ ہمارے پیش نظر ہونی چاہئیں۔ آپؑ نے فرمایا ؎

کر ان کو نیک قسمت، دے انکو دین و دولت
کر ان کی خود حفاظت، ہو ان پہ تیری رحمت
دے رُشد اور ہدایت اور عمر اور عزّت
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ
شیطاں سے دور رکھیو، اپنے حضور رکھیو
جاں پُر ز نور رکھیو، دل پر سرور رکھیو
ان پر میں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھیو
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِی
میری دعائیں ساری کریو قبول باری
میں جاؤں تیرے واری کر تو مدد ہماری
ہم تیرے در پہ آئے لے کر امید بھاری
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِی

ہر ماں اور ہر باپ کو اسی درد دل سے اپنے بچوں کے لئے حفاظت و عافیت کی دعائیں کرنی چاہئیں کہ اللہ کی رحمت ہمیشہ ان پر سایہ فگن رہے۔ دنیا کی زندگی بھی پاکیزگیوں اور برکتوں سے معمور ہو اور آخرت بھی بھلائیوں سے پُر ہو۔ اور کبھی کوئی عذاب اور اس کی اذیت نہ چھوئے ......اور وہ ہمیشہ ہمارے دل اور ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک اور سکون بن کر رہیں۔ متقی اور متقیوں کا امام بننا ان کا نصیب ہو اور ہمیشہ بامراد رہیں۔ آمین

﴿رَبَّنَاھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا﴾۔ ﴿رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾۔

❋❋❋❋❋

بقیہ: معراج کا شہرہ آفاق سفر از صفحہ نمبر 4

ہوگا اس کی نظر سب سے پہلے حضرت آدم پر پڑے گی اور سب سے آخر اس کی نظر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑے گی گویا سب نبیوں میں آخری وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دے گا اس کے علاوہ اگر اس حدیث کو لیں کہ آدم ابھی پیدا بھی نہیں ہوا تھا تب بھی میں خاتم النبیین تھا تو بھی شجرہ انبیاء میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام کے لحاظ سے اوپر کی جگہ حاصل ہوگی پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں سب سے اوپر گئے تو مقام محمدی آخری نبوت کا مقام ٹھہرا۔''

حدیث میں ہے کہ اللہ جلّشانہ نے معراج کے مبارک سفر کے دوران آنحضرتؐ کو مخاطب کر کے یہ اعزاز بخشا کہ آپ کی امت اولین اور آخرین دونوں گروہوں پر مشتمل ہوگی نیز یہ کہ آپ کو فاتح اور خاتم کے منصب پر فائز کیا۔ (تفسیر ابن کثیر تفسیر آیت اسراء)

حضرت امیر المؤمنین شیر خدا علی المرتضٰی ◆ نے اپنے ایک خطاب عام میں اس فرمان خداوندی کا یہ مفہوم بیان فرمایا کہ ''اَلْخَاتِمُ لِمَا سَبَقَ وَالْفَاتِحُ لِمَا انْغَلَقَ'' (''نہج البلاغہ'' خطبہ نمبر ۷۲ مطبوعہ بیروت۔ طبع ثانی ۱۹۸۲ء) یعنی پہلے تمام نبیوں کے فیضان ختم ہوگئے آئندہ جو کچھ ملے گا چشمہ محمد سے ملے گا کیونکہ آپ فاتح ہیں۔ آنحضرتؐ خود فرماتے ہیں کہ تقسیم میں کرتا ہوں، عطا کرنے والا اللہ ہے۔

نبیوں کی امامت کا لطیف فلسفہ

4- حضرت مصلح موعودؓ تحریر فرماتے ہیں:-

''اور یہ جو دکھایا گیا کہ آپ نے سب نبیوں کی امامت کرائی اس میں یہ بتایا گیا تھا کہ آپ کا سلسلہ عربوں سے نکل کر دوسری اقوام میں بھی پھیلنے والا ہے اور سب انبیاء کی امتیں اسلام میں داخل ہوں گی اور یہ اشاعت مدینہ میں جانے کے بعد ہوگی اور اس میں اس طرف بھی اشارہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کے علاقہ کی حکومت دی جائے گی۔''

(تفسیر کبیر سور اسراء صفحہ 294)

ارواح انبیاء سے ملاقات

5- روایت میں ہے لَقِیَ اَرْوَاحَ الْاَنْبِیَآءِ (''در منثور'' جلد 4 صفحہ 144) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں سب نبیوں کی روحوں سے ملاقات فرمائی۔ ''ابن عساکر'' جلد اول صفحہ ۳۸۸ میں یہ فیصلہ کن روایت ملتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اور جبرائیل بیت المقدس میں اس جگہ پہنچے جہاں سے مجھے معراج ہوا جس میں ارواح عروج کرتی ہیں پھر بتایا کہ اس کے بعد مجھے سب پہلے آدم ملے جن کے سامنے آپ کی ذریت میں ہونے والے مومنوں اور فجار دونوں کی روحیں پیش کی جاتی ہیں۔ خدائے علیم و خبیر کو علم تھا کہ ایک زمانہ آنے والا ہے جبکہ نظریہ ''حیات مسیح'' کے نتیجہ میں ہزاروں کلمہ گو عیسائیت کا شکار ہوجائیں گے اس لئے اللہ جلّشانہ نے بشمول حضرت عیسیٰؑ سب نبیوں کی ارواح سے ملاقات کرا کے بتادیا کہ دوسرے انبیاء کی طرح آسمان پر حضرت مسیح ناصریؑ کی صرف روح ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلم مبارک سے معراج کے اس پہلو کی مزید وضاحت سپرد قرطاس کی جاتی ہے۔

''انبیاء تو سب زندہ ہیں مردہ تو ان میں سے کوئی بھی نہیں۔ معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کی لاش نظر نہ آئی تھی ...... معراج کی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نبیوں کو برابر زندہ پایا اور حضرت عیسیٰ کو حضرت یحییٰ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ایا۔''

(''آئینہ کمالات اسلام'' ضمیمہ صفحہ 9)

آخری زمانہ کے فتن و مفاسد کی خبر

6- روح محمدی کو اس سفر آسمانی میں اپنی امت کے ''آخرین'' کے زمانہ میں ابھرنے والے فتن و مفاسد کی اس کثرت سے اطلاع دی گئی کہ عقل انسانی ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت علامہ سیوطیؒ کی تفسیر ''درمنثور'' جلد 4 کے مجموعہ روایات پر سرسری نظر ڈالنے سے پتہ چل جاتا ہے کہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال اور یاجوج ماجوج کو دیکھا (صفحہ 152 و 155) دنیا ایک حسین بڑھیا کی صورت میں نظر آئی۔ یہود و نصاریٰ اور سودخور متمثل کر کے دکھلائے گئے کہ آخری دور میں سب عالمی فتنوں کا سرچشمہ یہی لوگ بننے والے تھے۔ (صفحہ 142، 143، 147) ابن عساکر (مطبوعہ بیروت) جلد اول صفحہ ۳۸۸، ۳۸۹ میں مذکور آنحضرتؐ کی ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضور نے معراج میں اپنی امت کے وہ لوگ بھی دیکھے جو حلال کو چھوڑ کر حرام کھائیں گے۔ سودی کاروبار کریں گے۔ دوسروں کی غیبت کرنے والے ہوں گے اور زنا کا ارتکاب کریں گے۔ اسی طرح ''تفسیر ابن کثیر'' (زیر آیت اسراء) کے مطابق امانت میں خیانت کرنے والے نام نہاد مسلمانوں کو بھی آپ نے ملاحظہ کیا اور ان تخریب کاروں کے کرتوت بھی آپ کو دکھلائے گئے جو اپنے خبث باطن کے باعث سڑکوں پر دھرنا مار کے بیٹھ جائیں گے اور کانٹے دار لکڑی کی مانند عوام کے کپڑے پارہ پارہ کردیں گے۔ یعنی ان کے مظاہروں سے پوری دنیا کا امن یکسر خطرہ میں پڑ جائے گا۔

اسی پر بس نہیں سرکار دو عالمؐ کو دور آخرین کے بدقماش ملاؤں کا بھیانک منظر بھی دکھلا دیا گیا چنانچہ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ:-

''ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیلۃ اسری بی مررت بناس تقرض شفاھھم بمقاریض من نار کلما قرضت عادت کما کانت فقلت من ھولاء یا جبریل قال ھؤلاء خطباء امتک یقولون مالا یفعلون۔'' (در منثور جلد 4 صفحہ 150)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسراء کی رات میں ایسے لوگوں سے گذرا جن کے ہونٹوں کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جا رہا تھا لیکن وہ پھر بڑھ جاتے تھے۔ میں نے جبریل سے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں انہوں نے کہا یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو دوسروں سے کہیں گے مگر خود اس پر عمل نہیں کریں گے۔

عالمی غلبہ اسلام کا پرکیف منظر

7- آیت ﴿ھُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی﴾ (سورہ توبہ و فتح) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں مذاہب عالم پر غلبہ اسلام مہدیٔ امت سے وابستہ کیا گیا ہے۔ صاحب المعراج صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر معراج میں اس کا پُرکیف نقشہ بھی دکھلایا گیا جو حضرت ابن عباس کی حدیث (مندرجہ ''درمنثور'' جلد 4 صفحہ 150۔ ''مسند احمد بن حنبل'' جلد 1 صفحہ 271) میں موجود ہے اس حدیث کا ترجمہ دیوبندی عالم مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:-

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب آپ کو معراج کرائی گئی تو بعض ایسے انبیاء پر آپ کا گزر ہوا جن کے ساتھ بڑا مجمع تھا اور بعض ایسوں پر گزر ہوا جن کے ساتھ چھوٹا مجمع تھا اور بعض کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا یہاں تک کہ آپ کا گزر ایک بہت بڑے مجمع پر ہوا۔ میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں کہا گیا کہ موسیٰ اور ان کی قوم ہیں لیکن اپنا سر اوپر اٹھائیے اور دیکھئے۔ سو دیکھتا کیا ہوں کہ اتنا عظیم الشان مجمع ہے کہ سب آفاق کو گھیر رکھا ہے اور کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے۔''

(''نشر الطیب'' صفحہ 54 ناشر تاج کمپنی لاہور)

سیدنا مصلح موعودؓ معرفت و حکمت سے لبریز ''تفسیر کبیر'' جلد 4 صفحہ 397 میں تحریر فرماتے ہیں:-

''میرے نزدیک اس کشف (یعنی معراج۔ ناقل) میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک روحانی سفر کی طرف بھی اشارہ ہے اور یہ بتایا ہے کہ جب اسلام پر تاریکی کا زمانہ آئے گا اس وقت اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے تابع وجود کے واسطہ سے پھر دنیا کی ہدایت کے لئے مقرر کرے گا اور اس تابع کے واسطہ سے وہی برکات مسلمانوں کو پھر ملیں گی جو انبیاء بنی اسرائیل کو اور ان کے اتباع کو ملی تھیں۔ اسی کی طرف سورۂ جمعہ میں بھی اشارہ ہے۔''

لیکن جب ہم سورہ جمعہ کی آیت ﴿وَآخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ﴾۔ کا مطالعہ کرتے ہوئے اگلی آیت تک پہنچتے ہیں تو اس کے معاً بعد یہود کو چیلنج کیا گیا ہے کہ اگر تم برگزیدہ لوگ ہو تو موت کی تمنا کر کے اپنا سچا ہونا ثابت کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کے ذکر کے ساتھ دعوت مباہلہ میں ایک زبردست پیشگوئی مضمر ہے اور غالباً اس پیشگوئی کو شرق اوسط کے ایک بزرگ شاعر الشیخ محمد رضا شیبی عراقی نے اپنے اشعار میں کمال خوبی سے بے نقاب کیا ہے:-

واکبر ظنی لو اتانا محمد
للاقی الذی لاقاہ من اھل مکۃ
اذن لقضی لا منھج الناس منھجی
ولا ملۃ القوم الاواخر ملتی

(''دیوان الشیبی'' صفحہ 107 ناشر مطبع لجنۃ التالیف والترجمہ والتبشیر 1940ء)

(ترجمہ) میرا ظن غالب ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہمارے پاس دوبارہ تشریف لے آئیں تو آپ کو آج بھی اپنی امت کے ہاتھوں اُسی قسم کے مصائب سے دوچار ہونا پڑے گا جس طرح آپ اہل مکہ کے ہاتھوں دوچار ہوئے۔ پیغمبر خدا ہمیں دیکھ کر یقیناً یہ فیصلہ کریں گے کہ لوگ جس راہ پر چل رہے ہیں وہ میرا بتایا ہوا طریق نہیں اور آخری زمانہ کے لوگوں کا مذہب ہرگز میرا مذہب نہیں۔ یہ عجیب تصرف خداوندی ہے کہ مسلم دنیا کے اسی تاریک ترین دور میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو 1883ء میں بذریعہ رویا بشارت دی گئی کہ:

''عنایت الٰہیہ مسلمانوں کی اصلاح اور ترقی کی طرف متوجہ ہیں اور یقین کامل ہے کہ اس قوت ایمان اور اخلاص اور توکل کو جو مسلمانوں کو فراموش ہوگئے ہیں پھر خداوند کریم یاد دلائے گا اور بہتوں کو اپنے خاص برکات سے متمتع کرے گا۔'' (''مکتوبات احمدیہ'' جلد اول صفحہ 20 اشاعت 29 دسمبر 1908ء)

زندہ معراج اور زندہ نبی

8- تیسری صدی ہجری کے محدث حضرت ابوبکر بن عمرو حافظ البزار (متوفی 292ھ) نے حضرت علیؓ سے معراج کے باب میں یہ حدیث درج کی ہے کہ رب کریم نے ارشاد فرمایا اے محمد یہ آیت پڑھو ﴿ھُوَالَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلَائِکَتِہٖ ..الخ﴾

(بحوالہ نشر الطیب صفحہ 77)

مذہبی تاریخ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ مظہر اتم الوہیت ہیں جن پر خدا اور اس کے فرشتے ازل سے ابد تک رحمت بھیج رہے ہیں۔ حاجی الحرمین سیدنا حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاولؓ نے ایک بار درود شریف سے آنحضرت ﷺ کے افضل الرسل اور زندہ نبی ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

''زمین گول ہے۔ اگر ایک جگہ فجر ہے تو دوسری جگہ عشاء ہے۔ ایک جگہ اگر عشاء ہے تو دوسری جگہ شام ہے ایسے ہی اگر ایک جگہ ظہر کا وقت ہے تو دوسری جگہ عصر کا وقت ہوگا غرض ہر گھڑی اور ہر وقت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ثواب پہنچتا رہتا ہے دنیا میں کروڑ در کروڑ رکوع اور سجود کرتے اور درود پڑھتے اور دوسری دعائیں مانگتے ہیں...... اس سے ثابت ہے کہ وہ تمام رسولوں نبیوں اور اولیاء کا بھی سردار ہے کیونکہ دنیا میں جس قدر رسول گزرے ہیں ان کی امتیں ان کے لئے دعائیں نہیں کرتیں۔''

(''الحکم'' 14 جنوری 1908ء)

درود شریف کا یہ غیر محدود اور لامتناہی سلسلہ اس امر کا بھی بھاری ثبوت ہے کہ روح محمدی کا نورانی معراج ہرگز ختم نہیں ہوا بلکہ آیت ﴿وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی﴾ (الضحیٰ: 5) کی رو سے بھی ابدالآباد تک کے لئے جاری و ساری ہے حضرت مصلح موعودؓ نے ایک بار اپنے ایک خطبہ کے دوران پرشوکت الفاظ میں فرمایا:- ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ انسان ہیں جو ایک سیکنڈ میں کروڑوں میل خدا تعالیٰ کے قرب میں بڑھ جاتے ہیں۔''

(''الفضل'' 16 جون 1944ء صفحہ 8 کالم 3)

20 فروری 1903ء کو حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے خطبہ کے دوران حضرت مسیح موعودؑ کا درود شریف کی نسبت یہ مشاہدہ سامعین کو بتایا کہ ''میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فیوض عجیب نوری شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاتے ہیں اور پھر وہاں جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں جذب ہوجاتے ہیں اور وہاں سے نکل کر اس کی لاانتہا نالیاں ہوجاتی ہیں اور بقدر حصہ رسدی ہر حقدار کو پہنچتی ہیں...... درود شریف کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عرش کو حرکت دینا ہے جس سے یہ نور کی نالیاں نکلتی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود شریف پڑھے۔''

(''الحکم'' قادیان 28 فروری 1903ء صفحہ 7 کالم 1)

صاحب المعراج کے عاشقِ صادق کی عالمگیر دعوت

اس تحقیقی مقالہ کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مسیح موعود اور مہدی مسعودؑ کی ایک عالمگیر دعوت پر ختم کرتا ہوں۔ حضرت اقدس نے تحریر فرمایا:-

''اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو اور اے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو۔ میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا وہی ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔''

(''تریاق القلوب'' صفحہ 5-7)

❁❁❁❁❁

گھر کی جنّت

(رضیّہ منان طاہر ۔ اسلام آباد ۔ یوکے)

جنت کا لفظ لبوں پر آتے ہی حسین و دل آویز سبزہ زاروں کا تصوّر دل کو راحت وتسکین کے احساس سے معمور کر دیتا ہے......اثمار شیریں سے معمور اشجار، انگور و کھجور اور شیر و شہد کی لذت وحلاوت قلب و روح کو سرشار کر دیتی ہیں۔اور جنّت کی فضاؤں کا یہ پُر کیف منظر آسمانی و روحانی جنت کا وہ تصور ہے جو قرآن کریم میں بیان ہوا ہے۔ اور وہ آسمانی جنت خدا کے اُن نیک اور متقی بندوں کو ان کے ان نیک اعمال کے بدلہ میں نصیب ہوگی جو انہوں نے خدا کی محبت اور قرب کے حصول کے لیے کئے اور بامراد ہوئے۔

لیکن......اس مادی دنیا میں بھی ایک جنت ہے اور یہ بھی انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جن پر خدا کا خاص فضل اور رحمت ہو......یہ جنت گھر کی جنّت ہے۔یہ جنت انسان اپنی پسند اور مرضی کے ساتھ بناتا ہے۔اور یہ اُس وقت معرض وجود میں آتی ہے جب ایک مرد اور عورت رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوتے ہیں۔اس جنت کی بنیاد محبت اور اعتماد پر رکھی جاتی ہے،خلوص و وفا کے بےلوث جذبوں کے ساتھ اس کے در و دیوار تعمیر کئے جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے احساسات و خواہشات کا احترام اور باہم دکھ سکھ کا ساتھ اس کو مضبوطی و خوبصورتی بخشتا ہے۔ملائمت،خوش دلی اور صبر وتحمّل کی خوشنما بیلوں سے اس کے در و دیوار کو سجا کر......وفاؤں کے دیپ روشن کر کے اس گھر کو منوّر کیا جاتا ہے......اور یہی وہ جنت ہے جو دنیا کی جنت ہے اور جسے گھر کہا جاتا ہے......اس جنت کی تعمیر میں مرد و زن برابر کے شریک ہوتے ہیں اور اس کے قیام کے لئے دونوں کی یکساں توجہ اور محنت درکار ہوتی ہے۔

گھر ایک ایسا آشیانہ ہوتا ہے جس میں عافیت،سکون اور راحت و مسرت کی تمنّا کی جاتی ہے۔ایک ایسا راحت کدہ جس میں خاندانی رشتے پروان چڑھتے ہیں اور اُن رشتوں کی دلکش یادیں ہمیشہ دل کے نہاں خانوں میں محفوظ رہتی ہیں۔ایسے گھروں میں پرورش پانے والے خوش نصیب بچے تاحیات اُن حسین یادوں اور باتوں کو دل سے محو نہیں کر سکتے جو انہیں اس پیارے گھر میں ماں باپ، بہن بھائی اور ہمجولیوں کی صحبت میں نصیب ہوئیں......وہ دنیا کے کسی کونے میں چلے جائیں، جتنی چاہے ترقی کر لیں کتنی نعمتیں اور دولتیں انہیں میسّر آجائیں مگر اُن دلکش یادوں کی خوشبو ہمیشہ تنہائی کے گوشوں کو مہکاتی رہتی ہے اور ماضی کے جھروکوں سے جھانکتے ہوئے وہ مانوس شفیق ......اور پیارے چہرے دل کو ہمیشہ ایک انجانی اور لافانی سی مسرتوں کی لذّت سے معمور کرتے رہتے ہیں۔

ایسا ہی ایک جنت نظیر گھر قادیان کی بستی میں تھا جو ہمیشہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دل میں بسا رہا۔ ایسا گھر جو ماں باپ کی دعاؤں اور محبتوں سے معطّر و منوّر رہتا......فرماتے ہیں۔

اپنے دیس میں اپنی بستی میں اِک اپنا بھی تو گھر تھا
جیسی سندر تھی وہ بستی ویسا وہ گھر بھی سندر تھا
کرتے تھے آ آ کے بسیرے پنکھ پکھیرو شام سویرے
پھولوں اور پھلوں سے بوجھل بستاں کا ایک ایک شجر تھا

ایسے جنت نظیر گھر بنانے میں محبت لگن اور قربانی کی ضرورت ہوتی ہے جو جسمانی و روحانی مسرتوں سے مزیّن ہوں دن بھر......روزگار اور دیگر مصروفیات کی تھکن سے چُور جب مرد گھر میں داخل ہو تو گھر کا پُرسکون وخوشگوار ماحول اور بیوی کا مسکراتا ہوا مہربان چہرہ اس کی تھکن کو راحت میں بدل دے......گھر تب ہی بن سکتا ہے جب میاں بیوی کے حقوق و فرائض میں دیانت داری اور توازن ہو۔شادی صرف اعتماد کا رشتہ ہے۔اس لئے اس کی تعمیر کی بنیادی اینٹ اعتماد ہے......بےلوث محبت،ایک دوسرے کے احساسات اور خواہشات کا احترام،ذہنی ہم آہنگی......ایسے اصول ہیں جو خلوص و وفا کے اس رشتہ کو پروان چڑھنے میں راہ ہموار کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے حقوق وفرائض اور ذمہ داریوں کو نہایت وضاحت سے بیان فرما دیا ہے کہ مرد قوّام اور گھر کے سربراہ کی حیثیت سے روزی کمانے اور گھر کی ضروریات و اخراجات کو پورا کرنے کا ذمہ دار ہے......جبکہ بیوی اس کمائی سے گھر داری کو سلیقہ سے چلانے کی ذمہ دار ہے......اور بچوں کی نگہداشت، پرورش اور تربیّت عورت کی ذمہ داری ہے۔اگر دونوں اپنی حدود میں اپنی تمام ذمہ داریوں کو دیانت داری سے پورا کرتے رہیں تو یقینی بات ہے کہ گھر کا ماحول،صحت مند،پُرسکون اور خوشگوار رہے گا......ضروری نہیں کہ ایسا گھر جو پُرامن اور عمدہ ماحول کا حامل ہو، بہت عالی شان اور اعلیٰ مادی اشیاء سے پُر ہو۔ بلکہ تھوڑی سی آمدنی والا گھر جس میں رزق حلال سے سادہ طریق پر تمام ضرورتیں پوری ہوتی ہوں اور خاتون خانہ سمجھدار اور سلیقہ مند ہو، اچھا سادہ اور تازہ کھانا،سادہ صاف ستھرا گھر،دینی و دنیاوی امور کا توازن،اعلیٰ اخلاقی اقدار کا احترام،بچوں کی تعلیم و تربیت میں مذہبی محبت کا خصوصی خیال اور عبادتوں کا اہتمام۔یہ وہ خصوصیات ہیں جو ایک جنت نما گھر کا خاصہ ہوتی ہیں......۔

ایسے عالیشان گھر جن کی بیگمات سوشل لائف کی شوقین ہوتی ہیں اور جو جھوٹی اور کھوکھلی خوشیوں اور لذّتوں کی خاطر گھروں سے باہر رہتی ہیں۔یا پھر پیسہ کی بےجا ہوس اور ملازمتوں کا شوق انہیں گھروں سے دور کر دیتا ہے۔......وہ گھریلو ذمہ داریوں سے بے نیاز ہو جاتی ہیں......انہیں پھر نہ بچوں کی تعلیم و تربیت کی فکر رہتی ہے اور نہ شوہر کی ذمہ داری کا احساس......اس طرح وہ اپنی زندگی کے انمول اور قیمتی ایّام ضائع کر دیتی ہیں......بچے ان کی محبت اور توجہ کو ترس جاتے ہیں۔گھر میں تازہ گرم کھانوں کی مہک کی بجائے فریزروں کے بدمزہ باسی کھانے یا پھر ہوٹل کے تیار کردہ کھانے ان کے دسترخوان کی زینت بنتے ہیں۔

ایسے گھروں کے بچوں کی حالت قابل رحم ہوتی ہے......سکول اور کالج کے بعد بچوں کا ساتھی ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ بن کر رہ جاتا ہے......کیونکہ ماں، باپ دونوں کے پاس بچوں کے لئے کوئی وقت نہیں......اگر بچے کبھی شکایت کریں تو جواب ملتا ہے کہ آپ کے بہتر مستقبل کے لئے ہی ہم محنت کر کے پیسہ جمع کر رہے ہیں......لیکن......انہیں کیا معلوم کہ عمر کے اس دور میں انہیں پیسہ سے کہیں زیادہ ماں باپ کی توجہ، محبت اور رہنمائی کی ضرورت ہے۔ورنہ اس محبت کی پیاس انہیں نہ معلوم کس موڑ پر لے جائے اور معاشرہ انہیں کس ڈگر پر چلا دے......ایسی ڈگر پر کہ پھر واپس پلٹنا اس قدر مشکل ہو جائے کہ ماں باپ کا جمع شدہ مال و دولت بھی ان کے کسی کام نہ آسکے اور سوائے پچھتاوے کے کچھ حاصل نہ ہو......لہٰذا آج کے دور کا یہ المیہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ ماں باپ میں پیسہ جمع کرنے کی یہ دوڑ نئی نسل کو بربادی کی دلدل میں بہت پیچھے چھوڑ جائیگی......اور یہ ایسا عظیم نقصان ہے جس کا کوئی بدل نہیں۔

قطع نظر اس کے کہ بہت سے تعلیم یافتہ متمول گھرانے ایسے بھی ہیں جو خاندانی وجاہتوں کے ساتھ،اخلاقی،مذہبی، معاشرتی روایات کو بھی ساتھ لے کر چلتے ہیں......جن کے گھروں کے ماحول میں سکون،نفاست،رکھ رکھاؤ، اعلیٰ اخلاق اور پاکیزہ اطوار کی جھلک نظر آتی ہے......گفتگو میں شرافت اور دین کی محبت کے علاوہ بچوں کی تربیت کے اعلیٰ معیار بھی نمایاں ظاہر ہوتے ہیں......اور یہ اس لئے ہے کہ خاتون خانہ کی توجہ کا مرکز اس کا گھر......شوہر اور بچے ہیں۔رزق تو خدا کی نعمت ہے اور وہ جسے چاہتا ہے بے حساب بھی دیتا ہے......لیکن اس کا درست استعمال انسان کے ہاتھ میں ہے کہ وہ اللہ کی عطا کردہ اس نعمت کو کس طرح استعمال میں لاتا ہے۔اگر خدا نے رزق دیا ہے تو اس کا اظہار بھی واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کا شکر اور اظہار پسند فرماتا ہے......اچھا معیار زندگی،اچھا لباس،اچھا کھانا اور اچھا رہن سہن،رکھ رکھاؤ......کسی طور پر بھی اسلام میں منع نہیں اگر دل اور رویّے میں تکبّر نہ ہو۔اور پھر خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے غریبوں کو بھی اپنے مال میں حصہ دار بنائیں۔ صدقہ وخیرات کے علاوہ جماعتی تحریکات میں بھی ذوق وشوق سے حصہ لے کر اپنے مال کو پاک کریں۔اگر مال محنت اور حلال کمائی کا ہے تو اس میں ضرور برکت ہوگی اور وہ ضرور دلی سکون و راحت اور عزّت و وقار کا موجب ہوگا۔کیونکہ زندگی کی برکتوں میں نیّتوں کا بہت بڑا دخل ہوتا ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفات کو اختیار کرنا پاکیزگی اور برکت کا موجب ہے اُسی طرح آسمانی جنت کے پاک تصور اور صفات کو اپنی گھریلو زندگی میں شامل کر کے اُسے پاکیزہ زیب و زینت سے آراستہ کیا جا سکتا ہے۔نفاست اور خوبصورتی سے سجا ہوا گھر ہر کسی کے دل کو بھاتا اور سکون اور راحت کا موجب بنتا ہے۔

ذاتی طور پر مجھے بعض ایسے جنت نظیر گھر دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا جن کے اندر داخل ہوتے ہی طبیعت شاداب و مسرور ہوگئی اور بے اختیار منہ سے سُبْحَانَ اللّٰہ نکلا......خوبصورت عمارت کے عقب میں بڑے بڑے باغات اور ہر قسم کے پھلوں اور میووں سے لدے ہوئے درخت،حسین و دلکش کیاریوں کے ڈیزائن اور رنگا رنگ پھولوں کلیوں کی تزئین و آرائش، نیز برآمدوں کی محرابوں پر لپٹی خوبصورت بیلیں ایک حسین منظر پیش کر رہی تھیں......موتیوں کا حُسن بکھیرتے شفاف پانی کے فوارے اور ارد گرد دلفریب سبزوں سے ڈھکے وسیع لان جو آنکھوں کو ٹھنڈک اور سکون بخش رہے تھے......وہ ایک جنت نما گھر کا نقشہ تھا......ایسی جنت جو اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق اور حسن ذوق سے تشکیل دی جا سکتی ہے......لیکن اس کی روحانی مسرّت اور خوبصورتی تب اجاگر ہوتی ہے جب اسے بیرونی حسن کے ساتھ اندرونی آرائش و زیبائش سے بھی مُرصّع کیا جائے اور یہ تب ہوگا جب اُسے محبت الٰہی کے جذبوں کی خوشبو سے عطر بیز کیا جائے۔روز و شب دعاؤں کے رنگ و نور اور عبادات کی پاکیزگیوں سے منوّر کیا جائے۔تلاوت قرآن،حمد و ثنا اور درود شریف و تسبیح کے ورد سے معطّر رکھا جائے......اگر وہ گھر ایسا ہی خوش نصیب ہے تو واقعی وہ ایسی جنت ہے جسے زمین کی جنت کہا جا سکتا ہے اور جس پر ہمیشہ اللہ کی رحمت کا سایہ ہوگا اور ایسا گھر یقیناً مبارک ہوگا۔

اللہ کی محبت کے ساتھ رحمی رشتوں کا احترام اور حقوق و فرائض کی ادائیگی بھی بہت ضروری امر ہے۔مخلوق خدا کی بھلائی و مدد کا احساس ہمیشہ باعث برکت ہوتا ہے۔دوسروں کے لئے آسانی اور راحت مہیا کرنا بذات خود راحت جاں ہے اور خدا کی خوشنودی و محبت کا موجب ہے۔لہٰذا اپنی خوشیوں کے ساتھ دیگر عزیزوں اور ہمسایوں کی خوشیوں کا خیال رکھنا بھی از حد ضروری ہے۔وہ گھر جس کے دروازے کے ساتھ ہمارا در ہے اُس کے دکھ سکھ کا احساس بھی ہمارے فرائض میں شامل ہے۔ ہلکے پھلکے محبت بھرے تحفے تعلقات کی پختگی کا باعث بنتے ہیں اور محبت بڑھتی ہے۔لیکن ہماری زندگی کا اصل سرمایہ ہماری اولاد ہے۔

ہمارے صحن گلشن کے پھول اور ہمارے گھر کی رونق ہمارے پیارے معصوم بچے ہیں۔جن کو معاشرے کے ناپاک اور تکلیف دہ کانٹوں سے بچا کر بحفاظت بلوغت اور عقل و سمجھ کی عمر تک پہنچانا،اُن کی راہنمائی اور نیک تربیت کرنا ہی ہماری محبت اور ہمارے فرض کا تقاضہ ہے۔کیونکہ یہی بچے مستقبل کے معزز شہری اور ذمہ دار انسان ہونگے......۔

بچوں کے حق میں ماں باپ کی دعائیں ہمیشہ مقبول ہوتی ہیں۔ماں جس کے قدموں میں بچوں کی جنت رکھ دی گئی ہے......اسکی اعلیٰ تربیت،محنت لگن اور دلی دعائیں ہی ہیں جن کے عوض اولاد جنت نما زندگی

باقی صفحہ نمبر 9 پر ملاحظہ فرمائیں

THOMPSON & CO SOLICITORS
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .
Contact:
Anas A.Khan, John Thompson
Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398

MOT
Cars: £35 Vans: £40
Servicing, Tyres & Exhausts.
Mechanical Repairs
All Makes & Models
Rutlish Auto Care Centre
Rutlish Road
Wimbledon - London
Tel: 020 8542 3269

مردوں اور عورتوں کی غیر طبعی مساوات کے خوفناک نتائج

(خالد سیف اللہ خان ۔ آسٹریلیا)

(مغرب اور مغرب کے متاثرہ معاشروں میں مرد و عورت کی غیر فطری مساوات کے خوفناک نتائج برآمد ہو رہے ہیں ۔گھر اجڑ رہے ہیں ۔گھروں میں جھگڑے بڑھ رہے ہیں ۔بچے برباد ہو رہے ہیں بلکہ پیدا ہی نہیں ہونے دئیے جاتے۔ نسلیں ختم ہو رہی ہیں۔وجہ یہ کہ مرد عورت دونوں اپنے قدرتی Roles چھوڑ کر دوسرے کے دائرہ میں داخل ہو رہے ہیں۔لڑکیاں مردوں والی تعلیم اور پیشے اختیار کرنا اور مردوں کے شانہ بشانہ اقتصادی آزادی حاصل کرنے کی تگ و دو میں لگ جاتی ہیں۔ہم احمدیوں کا فرض ہے کہ مغربی معاشرہ کے اس خوفناک پہلو سے خبر دار رہیں اور اپنے گھروں کو صحیح اسلامی تعلیم کے مطابق واقعةً جنت نظیر گھر بنائیں۔(مدیر)

اللہ تعالیٰ نے مرد وعورت کو بطور ’’زوجین‘‘ بنایا ہے یعنی ایک دوسرے کا جوڑا ہے۔اس کا مطلب ہے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔یعنی باہم complementary ہیں ۔ایک دوسرے کے بغیر نامکمل ہے۔بعض باتوں میں مرد افضل ہیں اور بعض میں عورتیں لیکن مجموعی طور پر مرد کو زیادہ قوی بنایا گیا ہے۔چنانچہ بعض کاموں کے لئے مرد موزوں ہیں اور بعض کے لئے عورتیں۔اسی طرح بعض کام مرد نہیں کر سکتے اور بعض کام عورتیں نہیں کرسکتیں۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ایک کی خوبیاں دوسرے کی خامیوں کو ڈھانپتی ہیں گویا وہ ایک دوسرے کے لباس کے طور پر ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کا دائرہ کار (ROLE) ایک دوسرے سے مختلف رکھا ہے۔یہ جو ایک دوسرے پر انحصار (Interdependence) ہے اس میں گہری حکمت ہے ۔اسی سے گھریلو زندگی کو استحکام (stability) ملتا ہے ۔یہ فطرت اور نظامِ قدرت کے مطابق ہے جس کے نظارے ایک ایٹم سے لے کر پوری کائنات میں جاری وساری نظر آتے ہیں۔ اس لئے جیسے ہی مساوات کے جذباتی نعرہ سے متاثر یا مرعوب ہوکر مرد یا عورت اپنا وہ رول چھوڑ کر جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقرر کیا ہے دوسرے کا رول ادا کرنا شروع کرتے ہیں تو گھریلو زندگی میں عدم استحکام آنا شروع ہوجاتا ہے۔پھر چونکہ ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہتی تو باہم جھگڑے شروع ہوجاتے ہیں جو گھروں کا سکون برباد کر دیتے ہیں اور اکثر طلاقوں تک نوبت پہنچتی ہے۔بچوں کو بوجھ سمجھ کر ان سے بچتے ہیں اور اگر ہوں تو ان کی نفسیات اور تربیت پر بہت برا اثر پڑتا ہے ۔بعض صورتوں میں تو ایسے لوگ بے اولاد ہی گزر جاتے ہیں۔

مغربی معاشرہ جو مساواتِ مرد و زن کا علمبردار ہے اب اُس میں اس مسئلہ نے شدّت سے اپنا سر اٹھایا ہے۔حکومت آسٹریلیا نے اس مسئلہ کے تجزیہ کیلئے ایک تحقیق کروائی ہے جس کے نتائج چند روز قبل شائع ہوئے ہیں ۔اس کے مطابق بچوں کی پیدائش میں خطرناک حد تک کمی واقع ہوگئی ہے۔کئی خاندانوں کی نسل ختم ہوگئی ہے۔آج کل ۲۶ فیصد مرد اور ۴۰ فیصد عورتیں ایسی ہیں جن کی کوئی اولاد نہیں ہے۔پورا وقت ملازمت کرنے والی عورتوں کے ماں بننے کا اِمکان بہت کم ہے بہ نسبت ان عورتوں کے جو کام نہیں کرتیں یا جُز وقتی ملازمت کرتی ہیں۔ ۲۰ تا ۳۹ سال کی عمر کے افراد (مرد وعورت) نے کہا ہے کہ مثالی خاندان دو یا تین بچوں پر مشتمل ہونا چاہیے لیکن عملاً تعداد اس سے کم ہوتی ہے۔ایسے گھر دن بدن زیادہ ہوتے جارہے ہیں جن میں صرف ایک فرد (مرد یا عورت) رہتا ہے۔اس رفتار سے ۲۰۲۵ء میں آسٹریلیا کا ہر تیسرا گھر ایسا ہوگا جس میں صرف ایک شخص اکیلا رہتا ہوگا۔آگے پیچھے کوئی رشتہ دار اس کی دیکھ بھال کرنے والا نہ ہوگا اور اس کی وفات کے ساتھ اس کے خاندان کا چراغ گُل ہو جائے گا۔ جب لوگوں سے اس صورتحال کی وجہ دریافت کی گئی تو جوانہوں نے بتایا وہ خلاصةً یہ تھا کہ:

بچوں کی پرورش کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ایک مضبوط و مستحکم گھر ہو یعنی ایک SECURE AND STABLE HOME ہو۔میاں بیوی (قانونی یا ڈی فیکٹو) کے باہمی تعلقات مستحکم ہوں۔پھر دونوں کی آمدن بھی معقول اور مستحکم ہو۔

(ماخوذ از سڈنی مارننگ ہیرلڈ 28-1-2005)

یہ تو وہی بات ہوئی نہ نومن تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔

اسلام نے مردوں اور عورتوں کے رَول متعین کر دیئے ہیں۔مرد کو عورت کے لئے قوام بنایا گیا ہے جس کا مطلب ہے کہ اس کے لئے روزی مہیا کرنے والا، اس کے سارے معاملات کا نگران اور متکفل اور محافظ۔ اسلام نے مرد کو خاندان کا سربراہ بنایا ہے بوجہ اس کی بہتر جسمانی و دماغی صلاحیتوں کے اور خاندان کے نان ونفقہ اور دیگر ضروریات کی ذمہ داری کی وجہ سے۔اس طرح ایک رنگ میں مرد کو عورت کا خادم اور نوکر بنایا گیا ہے۔

لیکن بعض صورتوں میں عورتوں کو بھی گھر سے باہر کام کرنا پڑتا ہے اس لئے عورت کو بھی کمانے کی اجازت ہے۔ چنانچہ فرمایا ’’مردوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو وہ کمائیں اور عورتوں کے لئے اس میں حصہ ہے جو وہ کمائیں‘‘(النساء:33)

چونکہ روٹی کمانے کی ذمہ داری مرد پر ڈالی گئی ہے نہ کہ عورت پر اس لئے عورت کو کمانے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ نہ ہی مرد کو بوجہ قوام ہونے کے عورت سے ایسی توقعات وابستہ کرنی چاہئیں۔ البتہ اگر عورت اپنی خوشی سے اپنی کمائی میں سے اپنے خاوند کی مدد کرنا چاہے تو وہ ایسا کرسکتی ہے اور خاوند کو بیوی سے بطور عطیہ لینے کی اجازت ہے اور چونکہ بیوی کیلئے گھر پر خرچ کرنا فرض نہیں اس لئے خاوند کو اس کے لئے بیوی کا ممنون ہونا چاہئے خواہ وہ رقم خود اس پر یا اسکے بچوں پر ہی خرچ ہوتی ہو۔عورت کو اپنے مال میں سے جس پر اس کا قبضہ ہو (جیسے وصول شدہ حق مہر) اپنے خاوند کو دے سکتی ہے۔ جیسے خدا نے فرمایا:

’’اور عورتوں کو ان کے مہر دلی خوشی سے ادا کرو۔ پھر اگر وہ اپنی دلی خوشی سے اس میں سے کچھ تمہیں دینے میں راضی ہوں تو اسے بلا تردد شوق سے کھاؤ‘‘۔(النساء:۵)

عورت کا دلی خوشی سے دینا ضروری ہے۔ جبراً اس کا مال نہیں لیا جاسکتا۔اگرچہ خاوند کے مال میں بیوی کا حق ہے لیکن خاوند بیوی کے مال سے تبھی لے سکتا ہے جب وہ دلی خوشی سے دے۔

قرآن مجید کے مطابق اگرچہ عورت کو خاوند کی مرضی سے کام کرنے کی اجازت ہے لیکن اس کا عمومی دائرہ کار اس کا گھر ہی ہے۔جیسے اللہ تعالیٰ نے امہات المومنین کو ارشاد فرمایا:

’’اپنے گھروں میں ہی رہا کرو اور گزری ہوئی جاہلیت کے سنگھار جیسے سنگھار کی نمائش نہ کیا کرو۔‘‘

(الاحزاب آیت ۳۳)

اس حصہ آیت پر حضرت مصلح موعودؓ کے تفسیری نوٹس کے مطابق انگریزی ترجمہ قرآن میں مندرجہ ذیل تشریح کی گئی ہے (انگریزی سے ترجمہ):

’’ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا دائرہ کار زیادہ تر اس کا گھر ہے۔لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ گھر کی چار دیواری کو چھوڑ نہیں سکتی۔وہ جتنی بار بھی اپنے جائز کام کاج کے لئے ادھر اُدھر جانا چاہے جاسکتی ہے۔لیکن مخلوط سوسائٹی میں گھومنا پھرنا یا ہر طرح کے چھوٹے موٹے کاموں یا پیشوں (profession) وغیرہ کے لئے مرد کے شانہ بشانہ کام کرنا اور یوں بطور گھر کی مالکن کے جو مخصوص گھریلو کام اس کے ذمہ ہیں ان سے غفلت برت کر یا ان کو نقصان پہنچا کر ایسا کرنا اسلام جس مثالی عورت کا تصور پیش کرتا ہے اُس کے مطابق نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ کی ازواج کو بالخصوص گھروں کے اندر رہنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ بوجہ امہات المومنین ہونے کے ان کی اعلیٰ حیثیت کا وقار اس کا متقاضی تھا۔ نیز اس لئے بھی کہ مسلمان اکثر اُن کے پاس احتراماً حاضر ہوتے تھے اور کئی اہم دینی معاملات میں ان سے رہنمائی حاصل کرتے تھے۔لیکن یہ حکم سبھی دیگر مسلمانوں عورتوں پر بھی لاگو ہوتا ہے۔قرآن کریم کا یہ طرز کلام ہے کہ اگرچہ بظاہر وہ خصوصی طور پر آنحضرت ﷺ سے مخاطب ہوتا ہے لیکن وہ خطاب اُسی طرح سب مسلمانوں کے لئے بھی ہوتا ہے ۔اِسی طرح یہ حکم اگرچہ آنحضرت ﷺ کی بیویوں کو مخاطب ہوکر دیا گیا ہے پر سبھی مسلمان عورتیں اس میں شامل ہیں۔‘‘

پس اسلام جس کلچر کو فروغ دینا چاہتا ہے اُس میں پیشوں کو اختیار کرنا یا ان کی تعلیم حاصل کرنا مردوں کے دائرہ کار میں آتا ہے ۔عورتیں ضرور تعلیم حاصل کریں لیکن وہ تعلیم ایسی ہو جو ان کے دائرہ کار اور بچوں کی تعلیم وتربیت یا جماعتی وقومی ضرورت کے مناسب حال ہو۔مردوں والے پیشے اختیار کرنا اور مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنا ایک صالحہ مسلمان عورت کی شان کے خلاف ہے ۔خدا کا قانون سب کے لئے یکساں ہے۔غیر طبعی مساوات کے جو نتائج مغربی قومیں بھگت رہی ہیں ان کی اندھی تقلید کرنے والے بھی ان ہولناک نتائج سے بچ نہیں سکتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے ﴿وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ﴾ (البقرہ :۲۳۴) یعنی یہ بات سب مردوں کے ذمہ ہے کہ جو عورتوں کو کھانے کے لئے ضرورتیں ہوں یا پہننے کے لئے ضرورتیں ہوں وہ سب ان کے لئے مہیا کریں۔ اس سے ظاہر ہے کہ مرد عورت کا مربیّ اور محسن اور ذمہ دار آسائش کا ٹھہرایا گیا ہے۔ اور وہ عورت کے لئے بطور آقا اور خداوندِ نعمت کے ہے ۔اسی طرح مرد کو بہ نسبت عورت کے فطرتی قویٰ زبردست دیئے گئے ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے مرد عورت پر حکومت کرتا چلا آیا ہے‘‘۔(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 288)

پھر فرماتے ہیں:

’’خدا تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ﴾ اور اسی لئے مردوں کو عورتوں کی نسبت قویٰ زیادہ دیئے گئے ہیں ۔اس وقت جو نئی روشنی کے لوگ مساوات پر زور دے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرد اور عورت کے حقوق مساوی ہیں ان کی عقلوں پر تعجب آتا ہے۔وہ ذرا مردوں کی جگہ عورتوں کی فوجیں بنا کر جنگوں میں بھیج کر دیکھیں تو سہی کہ کیا نتیجہ مساوی نکلتا ہے یا مختلف؟‘‘

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۱۳۴۔ مطبوعہ لندن)

اللہ تعالیٰ نے مرد کو جو رول (Role) تفویض کیا ہے۔وہ حضرت مسیح موعودؑ کی اس تحریر سے ظاہر ہے:

’’اسلام میں عورتوں کی کس قدر عزت کی گئی ہے۔ایک طور سے تو مردوں کو عورتوں کا نوکر ٹھہرایا گیا ہے۔ اور بہر حال مردوں کے لئے قرآن شریف میں حکم ہے کہ ﴿عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ یعنی تم اپنی عورتوں سے ایسے حسنِ سلوک سے معاشرت کرو کہ ہر ایک عقلمند معلوم کرسکے کہ تم اپنی بیوی سے احسان اور مروت سے پیش آتے ہو۔‘‘(ایضاً)

اگر دنیا اپنے گھروں کو امن کا گہوارہ بنانا چاہتی ہے تو اُسے اسی تعلیم پر عمل پیرا ہونا ہوگا۔

❁❁❁❁❁

BELA BOUTIQUE

ہر موسم اور موقع کے لئے زنانہ ملبوسات، فینسی سینڈلز،

مردانہ سوٹ، اچکن، پرنس سوٹ اور کھلا کپڑا

اس کے علاوہ کپڑوں کی سلائی اور مرمت Anderung کا مکمل انتظام ہے

Kaiser Str. 64 (Kaiserpassage-Laden 31-33) 60329 Frankfurt (Germany)

Tel: 069-24279400 - e:mail- BELAboutique@aol.com

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ساتھ منعقدہ

مجلس سوال و جواب

بتاریخ 21؍جولائی 1995ء

سیّدنا حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمه الله کے ساتھ منعقدہ پروگرام 'ملاقات' 21؍جولائی 1995ء سے چند سوالات اور ان کے جواب اپنی ذمہ داری پر ھدیۂ قارئین ھے۔ (مدیر)

1991ء کی گلف وار میں اور بوسنیا کے حالات کے تناظر میں مغربی ممالک کے ڈبل سٹینڈرڈ کے حوالہ سے سوال کیا گیا۔

اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا:

یہ بات قطعی طور پر ثابت کرتی ہے کہ اب Absolute Justice کا Consept ختم ہو چکا ہے۔ پہلے جو حیا کے طور پر انہوں نے پردہ رکھا ہوا تھا وہ پردہ چاک ہو گیا ہے۔ اب یہ Determine ہیں کہ جو ہم چاہیں گے، کریں گے Might is Right۔ کوئی Absolute Justice نہیں ہے۔ جب یہ شروع ہو جائے تو یہی اصول ان کے خلاف پڑیں گے اور ایسے حالات پیدا کر دیں گے جس سے اس بات کی ان کو سزا ملے گی۔ یہ قانون قدرت ہے۔ آج یا کل ، یہ بحث نہیں ہے۔ جب خدا تعالیٰ کے بنیادی قوانین کی بے حرمتی کی جائے ،ان کو نظر انداز کیا جائے تو وہ قومیں طبعی طور پر ضرور سزا پاتی ہیں۔

حضور رحمہ اللہ نے فرمایا:

مگر خوشی کا مقام کوئی نہیں ہے۔ ہر طرف یہی حال ہے۔ وہ جن کو غریب ممالک کہتے ہیں ،غریب ہوتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب کو چیلنج کر رہے ہیں، دعوتیں دے رہے ہیں۔ تو دراصل ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ﴾ کا نقشہ ہے جو اس وقت ظاہر ہو چکا ہے۔ ایسی صورت میں پھر عالمی زلزلے آتے ہیں۔ اور عالمی جنگ بھی ایک عالمی زلزلے کی شکل ہے۔

☆☆☆☆☆

سوال: کیپٹلزم (Capitalism) کے Collapes ہونے کے بارے میں ہم سنتے آئے ہیں۔ کیا اس کے تباہ ہونے کے آثار شروع ہو گئے ہیں یا نہیں؟

جواب: سوال کرنے والے دوست پیشہ کے لحاظ سے تاجر تھے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے ان کو مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:۔

آپ تو تاجر ہیں آپ کو تو نظر آنا چاہئے کہ شروع ہو چکے ہیں۔ اشتراکی نظام تو نظر آ گیا ہے کہ اب وہ ناکارہ سمجھ کے ردّ کر دیا گیا ہے۔ لیکن یہ Capitalist نظام ہے جو ان ملکوں میں ناکام ہو گیا ہے جن ملکوں میں جاری تھا۔ ان کے ہاں دن بدن اقتصادی بے چینی بڑھتی جا رہی ہے اور تقسیم کے ذرائع کے خلاف دن بدن یہ احساس پیدا ہو رہا ہے کہ درست نہیں۔ غریب اور غریب ہو رہا ہے۔ امیر اور امیر ہو رہا ہے۔ پس وہ محرکات جنہوں نے کیمونیزم (Communism) پیدا کیا تھا اب نئے ماحول میں ازسرِ نو سر اٹھا رہے ہیں اور بے چینی بہت ہے۔ اور Luxury، عیاشی امیر طبقے کی ہے۔ اس کا بڑا سخت ردعمل ہے۔ وہ کئی طریق پر ظاہر ہو رہا ہے۔ ڈرگ ایڈکشن (Drug Addiction) بے چینی کو سلانے کے لئے ایک طریقۂ کار ہے اور وہ خود ایسا بے چینی دور کرنے والا طریق ہے جو بے چینی پیدا کرتا ہے۔ ڈرگ ایڈکشن (Drug Addiction) کے نتیجے میں عموماً وہ لوگ شکار ہوتے ہیں جو بے اطمینان ہوں اور اب اونچے طبقے میں مزید عیاشی کے لئے بھی استعمال ہونے لگ گئی ہے۔ اس لئے سب ہی ایک قسم کے برابر ہو گئے ہیں۔ لیکن زیادہ تر یہ اس طبقے میں ملتی ہیں جہاں شعور بیدار ہے اور توفیق تھوڑی ہے۔ ایسے لوگ ڈرگ ایڈکٹ (Drug Addict) ہو جاتے ہیں۔ پیسہ ہوتا نہیں اس لئے پھر کرائم (Crime) بڑھتا اور Mugging اور ڈاکے اور رات کو نقب زنیاں یہ اتنی بڑھ رہی ہیں سارے مغربی معاشرے میں کہ اس نے سارے ماحول کو بے چین کر دیا ہے۔ اور پھر قتل و غارت بھی اس کے نتیجہ میں ہوتا ہے۔ اور یہ Mainly Drug Related Crimes ہیں۔ جن کا تعلق Drug ڈرگ سے ہے۔ اب یہ سب کیپٹل ازم (Capitalism) کے بچے ہیں۔

جہاں تک ہاؤسنگ سوسائٹیز (Housing Socities) کا تعلق ہے ان کا Collapse دکھائی دے رہا ہے۔ دن بدن اب وہ سوسائٹیاں جو پہلے بڑے مزے کر رہی تھیں Profit کما رہی تھیں اب وہاں سے لوگ پیسے Withdraw کرنے لگ گئے ہیں۔ کہتے ہیں ان سوسائٹیز (Socities) میں کچھ نہیں رہا۔ اور گھروں کی قیمتیں ابھی تک سنبھل نہیں سکیں۔ یہ جو سارے مسائل اکٹھے ہو گئے ہیں اس کے نتیجے میں بہت سے گھر ہیں جن کو جس نے بہت دیر تک پیسے دئے اس سے چھین کے عملاً نیلام کیا جا رہا ہے۔ اب ان کو نظر تو آ رہا ہے کہ یہ سسٹم ناکارہ اور بودا ہے۔ اس کے اوپر تفصیلی گفتگو میں نے ایک اور موقع پر کہیں کی تھی پھر بھی کسی اور موقع پر کروں گا لیکن اس چھوٹی مجلس میں بہت زیادہ اس کو Elaborate نہیں کیا جا سکتا۔ بہت زیادہ تفصیل سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ صرف اتنی بات یقینی ہے کہ کیپٹل ازم (Capitalism) کچھ دیر تک انڈسٹری اور اکانومی (Economy) کو Boost کرتا ہے۔ پھر اپنے ملک کی حدود میں خود پنپ نہیں سکتا لازماً اسکو باہر سے نئے خون کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور باہر کی منڈیوں پر اس کی بقا کا انحصار شروع ہو جاتا ہے۔ سوائے استثنائی صورتوں میں یا نسبتاً کم تعداد ہے اور بہت بڑا ملک ہے، پورا Continent ہو جہاں اندرونی ریاستیں بھی ایک قسم کی آزاد ریاستوں کی طرح باہمی تعلقات رکھیں لیکن ہوں ایک ہی ملک۔ مثلاً امریکہ ہے وہاں یہ جو کیپٹل ازم (Capitilism) کی کمزوری ہے ابھی کھل کر سامنے نہیں آئی۔ مگر یورپ میں تو یہ مقابلہ بڑا زور کے ساتھ جاری ہے۔ اور جو چھوٹے ممالک ہیں نسبتاً اور ابھی یورپ کی اکانومی (Economy) کا حصہ نہیں بنے ان میں بہت زیادہ بے چینی شروع ہو چکی ہے کہ ہم نے جو معیار کیپٹل ازم (Capitilism) کے ذریعہ اونچا کیا تھا اس کو Maintain کرنا اب ناممکن ہو رہا ہے سوائے اس کے کہ فارن ایکسپورٹ (Foriegn Exports) بڑھیں۔ باہر سے منڈیاں حاصل ہوں اور ان کا خون ہمارے ہاں منتقل ہو یہ Blood Transfuison کا ایک سسٹم ہے اور اس میں اور بھی خون پینے والے کافی ہیں۔ اور یہ جو جنگیں ہوتی ہیں اکثر ، یہ خون کی تلاش میں ہی ہوتی ہیں اور دوسری مصیبت یہ ہے کہ جہاں سے خون ملا کرتا تھا ان کا خون ویسے ہی کم ہو گیا ہے۔ سارا افریقہ انیمیا کا شکار ہو گیا ہے اور تھرڈ ورلڈ Third World میں بھی بہت سے ایسے ممالک ہیں جہاں تقریباً ان کا جو لیول (Level) ہے خون کا وہ جس طرح ڈاکٹری اصطلاح میں 6,5 تک پہنچ گیا ہے۔ اور نیچے گرے گا تو Collapes ہے۔ اس صورت میں آپ کو نظر آنا چاہئے کہ کیپٹل ازم (Capitilism) خود اپنی موت مرنے کے لئے تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔

حضور رحمہ اللہ نے اس مضمون کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:۔ بعض دفعہ Collapse اچانک اس طرح ہوا کرتا ہے کہ جنگیں شروع ہو جاتی ہیں۔ اور جب ایک حد تک یہ قومیں اپنی تہذیب اور تمدّن کا جو ظاہر ہے اس کا بھرم رکھتے ہوئے برداشت کرتے چلے جاتے ہیں ،مقابلہ چلتا ہے لیکن وہ جنگوں کی صورت میں پھٹتا نہیں ہے جس طرح آتش فشاں پھٹتے ہیں لیکن مادّہ تیار ہو رہا ہوتا ہے۔ ایک وقت ایسا آ جاتا ہے جب کہ آپس میں وہ ایک دوسرے کو آنکھیں دکھانے لگ جاتے ہیں۔ جس طرح اگر ایک جانور ہو اس کے اوپر جانور اس کا گوشت خون کھانے والے کئی ہوں تو جب تک ان سب کو مہیا ہو رہا ہے وہ ایک دوسرے کو گھور کر دیکھتے ضرور ہیں مگر لڑتے نہیں ہیں۔ لیکن اگر گوشت تھوڑا رہ جائے اور بھوکے زیادہ ہو جائیں پھر آپ دیکھیں کہ کس طرح ایک دوسرے سے لڑتے ہیں۔

یہ سارے اقتصادی قوانین ہیں جو خود بخود عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اس میں کسی بیرونی تحریک کی یا سازش کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ حالات آئیں گے۔ میں نے اپنی کتاب Islam's Response To Contemprary Issues میں ایک Chaptor میں مختصر لیکن سب باتیں کہیں ہوئی ہیں کہ اب کیپٹل ازم (Capitilism) کے Collapse کا وقت آنے والا ہے۔ آثار شروع ہو چکے ہیں۔ یہ بھی Collapse کرے گا۔ اب اس کے بعد کیا کوئی نیو کمیونزم اوپر آئے گا یا کچھ اور ہو گا۔ اگر جماعت احمدیہ نے اس عرصہ میں اتنی تیزی سے ترقی کر لی کہ ایک متبادل اسلامی اقتصادی نظام پیش کرنے کی اہلیت ہو گی بعض ممالک میں تو پھر وہ نظام پھیلنا شروع ہو جائیگا اور Take Over کرے گا دونوں علاقوں میں۔ اگر رفتار اس پہلو سے کم رہی یا تربیت اور تعلیم کا حق شاید ہم خدا نخواستہ ادا نہ کر سکے تو پھر از سر نو دنیا ایک بہت بڑے عالمی بحران میں چلی جائے گی۔ خانہ جنگیاں ہوں گی ، پھر اس طرح Collapse ہوا کرتے ہیں۔ لڑائیاں ہوں گی۔ نئے نئے قسم کے خیالات، فلاسفیز (Philosophies) ابھریں گی۔ بعض ممالک میں دوبارہ کمیونزم بڑے زور سے آ جائیگا۔ تو یہ جب بڑی بڑی طاقتیں ٹوٹا کرتی ہیں تو ایک دم نہیں ختم ہوا کرتیں۔ ان کے اندر چھوٹے چھوٹے یونٹس (Units) بنتے ہیں پھر ان کے اندر آپس میں لڑائیاں ہوتی ہیں۔ کئی کئی احتمالات ہیں جو وقت ہی بتائے گا کہ کس شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور اونٹ کس

Jalebe

Dubai Freehold

Fozman Foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 020 8553-3611

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD,
LONDON SW19 3TL U.K.

"الفضل ڈائجسٹ" کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

دو پیشگوئیاں

روزنامہ "الفضل" ربوہ 12/مارچ 2004ء میں مکرم عبدالسمیع خان صاحب کا مضمون شامل اشاعت ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک پیشگوئی کا ایمان افروز تذکرہ کیا گیا ہے۔

6 مارچ 1897ء کو لیکھرام کے عبرتناک انجام کے بعد آریوں نے بڑی شدت سے الزام لگایا کہ لیکھرام حضرت مسیح موعودؑ کی سازش کے نتیجہ میں قتل کیا گیا ہے اور اس قتل کا بدلہ لینے کے لئے خفیہ اور اعلانیہ کارروائیاں شروع کردیں۔

اس پر حکومت کی مشینری حرکت میں آگئی اور حضرت اقدسؑ کی خانہ تلاشی بھی ہوئی۔ 8/ اپریل 1897ء کو پولیس کا جو وفد تلاشی لینے کے لئے آیا، ان میں ایک میاں محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ بھی شامل تھا۔ یہ گوجرانوالہ کا باشندہ تھا۔ دوران تلاشی اس کی ایک زیادتی پر حضورؑ نے فرمایا: آپ تو اس طرح مخالفت کرتے ہیں مگر آپ کی اولاد میرے حلقہ بگوشوں میں داخل ہوجائے گی۔

میاں محمد بخش کا ذکر مقدمہ مارٹن کلارک کے سلسلہ میں بھی ملتا ہے۔ غالبًا اسی کی تحریک پر حضور کے خلاف مقدمہ حفظ امن قائم ہوا۔ جب اس نے یکم دسمبر 1898ء کو ڈپٹی گورداسپور جی ایم ڈوئی کو رپورٹ بھیجی کہ حضورؑ کے اشتہارات اور پیشگوئیوں سے نقص امن حفظ کا خطرہ ہے اس لئے فریقین کی ضمانت اور مچلکہ حفظ امن کا انتظام فرمایا جائے۔ چنانچہ اس کی رپورٹ اور مولوی محمد حسین بٹالوی کی درخواست پر مقدمہ درج ہوا۔ 11/ جنوری 1899ء کو گورداسپور کی عدالت میں حضورؑ اور میاں محمد بخش کے بیانات ہوئے۔ مگر عدالت نے 24/ فروری 1899ء کو مقدمہ خارج کردیا۔

حضرت امام الدین صاحبؓ پٹواری فرماتے ہیں کہ اس مقدمہ کے موقعہ پر میں نے حضرت مسیح موعودؑ سے عرض کیا کہ محمد بخش تھانیدار کہتا ہے کہ آگے تو مرزا مقدمات سے بچ کر نکل جاتا رہا ہے۔ اب میرا ہاتھ دیکھے گا۔ حضرت صاحب نے فرمایا: "میاں امام الدین! اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔" اس کے بعد میں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ کی ہتھیلی میں سخت درد شروع ہوگئی۔ اور وہ اس درد سے تڑپتا تھا۔ اور آخر اسی نامعلوم بیماری میں وہ دنیا سے گزر گیا۔

چنانچہ میاں محمد بخش کے متعلق پیشگوئی کے دراصل دو حصے تھے۔ اول اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور دوم اس کی اولاد حضرت مسیح موعودؑ کے غلاموں میں شامل ہوجائے گی۔ یہ دونوں پیشگوئیاں حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں ہی پوری ہوگئیں۔

چنانچہ اس کے بیٹے حضرت شیخ نیاز محمد صاحبؓ کے مطابق 1901ء کے آخر میں ان کے والد کو ہاتھ میں کاربنکل کا پھوڑا نکلا جو مہلک ثابت ہوا۔ بیماری کے ایام میں انہوں نے کہا کہ تندرست ہونے کے بعد وہ حضرت اقدسؑ کی بیعت میں داخل ہوجائیں گے۔ مگر زندگی نے وفا نہ کی اور وہ 3/مارچ 1902ء کو فوت ہوگئے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے حقیقۃالوحی میں میاں محمد بخش کے طاعون سے مرنے کا ذکر فرمایا۔

پیشگوئی کا دوسرا حصہ یوں پورا ہوا کہ والد کی وفات کے بعد شیخ نیاز محمد صاحب بٹالہ سے اپنی زمین واقع تحصیل حافظ آباد میں چلے آئے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حسن اتفاق سے حضرت مولوی حکیم محمد دین صاحبؓ 1907ء میں ہمارے ایک مکان میں بحیثیت کرایہ دار رہنے لگے اور اس بزرگ کی پاک صحبت کے اثر سے یہ عاجز ان کے ہمراہ قادیان آیا۔ اور چونکہ ان ایام میں مجھے دینی واقفیت اچھی طرح نہ تھی اس لئے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ سے دو تین روز کے بعد ذکر کیا کہ حضرت صاحب کو مسیح اور مہدی مان لینا کوئی آسان کام نہیں۔ پہلے میں اہلسنت والجماعت کی کتب پڑھوں گا اور پھر حضرت اقدسؑ کی کتب کا مطالعہ کرکے کوئی فیصلہ کروں گا۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے فرمایا کہ زندگی کا کیا اعتبار ہے۔ میں آپ کو ایک آسان گر بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں، اگر حضور سچے ہوئے تو آپ پر حقیقت کھل جائے گی۔ چنانچہ میں نے نمازوں میں دعائیں کرنی شروع کردیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے دوسرے یا تیسرے روز مجھ پر ایک مبشر خواب کے ذریعہ سے حقیقت کھل گئی اور معاً مجھے اپنے والد صاحب کی آخری نصیحت بھی یاد آگئی تو میں نے حضرت مولوی صاحبؓ کی خدمت میں اپنی رؤیا اور والد صاحب کی آخری نصیحت کا ذکر کیا اور عرض کی کہ میں بیعت کرنے کے لئے آمادہ ہوں۔ اس وقت تقریباً 9-10 بجے صبح کا وقت تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور اسی وقت مجھے حضرت اقدسؑ کے دولت خانہ پر لے گئے اور اندر اطلاع کروائی۔ اس پر حضورؑ نے کمال شفقت سے بیت الدّعا کے ساتھ آنے والے دالان میں بلوا کر اس عاجز کی بیعت لی۔ میں نے بیعت کرنے سے پہلے حضورؑ کی خدمت میں آبدیدہ ہوکر عرض کی کہ للہ میرے والد صاحب کو معاف فرمادیں۔ حضورؑ نے فرمایا اچھا ہم نے معاف کردیا۔ پھر میں نے عرض کی کہ للہ ان کیلئے دردِدل سے دعا فرماویں۔ فرمایا بہت اچھا۔ حضرت اقدسؑ چارپائی پر تشریف رکھتے تھے۔ میں نیچے بیٹھ گیا مگر آپؑ نے میرا ہاتھ کھینچ کر اوپر بٹھالیا اور بیعت لینے کے بعد لمبی دعا فرمائی۔ اس کے بعد واپسی پر ہمیں راستہ میں خواجہ کمال الدین ملے تو حضرت مولوی صاحبؓ نے اُن کو کہا: اس لڑکے نے آج وہ کام کیا ہے کہ مجھے بھی اس پر رشک آرہا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ کاش میری اولاد بھی میرے بعد میرے لئے اسی طرح نیک نامی کا باعث ہو۔ خواجہ صاحب کے پوچھنے پر فرمایا کہ اس نے اپنے والد صاحب کو حضور سے معاف کروایا ہے اور ان کیلئے دعا کروائی ہے۔

جب مَیں دوسری یا تیسری مرتبہ قادیان آیا تو حضرت سیدہ اماں جانؓ کے لئے ایک کپڑا لایا۔ حضورؑ نے کمال شفقت سے قبول فرمایا اور بہت خوشی خوشی اندر تشریف لا جاکر حضرت اماں جانؓ کو ہنستے ہوئے وہ کپڑا دے کر فرمایا کہ یہ کپڑا محمد بخش تھانیدار جس نے لیکھرام کے قتل کے موقع پر تلاشی کے وقت تمہارے ٹرنک کھولے تھے، اس کے لڑکے نے دیا ہے۔

حضرت شیخ نیاز محمد صاحب بھی انسپکٹر پولیس تھے۔ آپ پولیس کی ملازمت سے ریٹائر ہوکر 1941ء میں مستقل طور پر قادیان آگئے اور کچھ عرصہ تک افسر حفاظت کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔ 1947ء میں اپنے وطن گوجرانوالہ میں رہائش پذیر ہوگئے۔ وفات سے 2ماہ قبل آپ حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر ربوہ تشریف لائے اور 24جولائی 1954ء کو وفات پائی۔ آپ کی ایک بیٹی مکرمہ فرخندہ اختر صاحبہ حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحب کے عقد میں آئیں۔

حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؓ اور "چٹھی مسیح"

ماہنامہ "انصاراللہ" ربوہ مئی ۲۰۰۴ء میں مکرم مرزا نصیر احمد صاحب نے پنجابی شاعر حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؓ "چٹھی مسیح" کا ذکرخیر کیا ہے۔

حضرت مولوی صاحبؓ کا وطن ترگڑی ضلع گوجرانوالہ تھا۔ آپؓ کی ولادت 1860ء میں ہوئی۔ اپنے والد محترم محمد عثمان صاحب سے قرآن کریم پڑھا اور عام مروجہ تعلیم پائی۔ اس کے بعد قریبی گاؤں موضع بلے والا کے سکول میں فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے دادا میاں غلام قادر تھے جو دہلی سے آکر وزیرآباد میں سکونت پذیر ہوئے۔

حضرت مولوی صاحبؓ کی ایک بہن کی شادی حضرت منشی میراں بخش گوجرانوالہ سے ہوئی جو حضرت مسیح موعودؑ کے ۳۱۳ اصحاب میں شامل ہیں۔ اُن کی تبلیغ اور پھر ایک خواب کی بنا پر حضرت مولوی صاحب نے ۱۸۹۷ء یا ۱۸۹۸ء میں قادیان جاکر دستی بیعت کی سعادت حاصل کی۔ آپؓ کے چار فرزند تھے جن میں سے ایک بچپن میں فوت ہوگئے۔ باقی تین کو حضرت اقدسؑ کی دستی بیعت کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضرت مولوی صاحبؓ پنجابی زبان کے ایک اچھے شاعر تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی 1947ء کی ایک رویاء میں ذکر ہے کہ: "اسی اثناء میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب (ترگڑی والوں) کا خیال آگیا جو پنجابی زبان میں نہایت عمدہ نظمیں کہتے ہیں۔ گاندھی جی سے کہتا ہوں کہ فلاں مولوی صاحب پنجابی زبان کے شاعر تھے اور وہ پنجابی زبان میں ایسے عمدہ مضامین باندھتے تھے جو نہایت اعلیٰ پایہ کے ہوتے تھے۔"

قبول احمدیت کے بعد آپؓ کی شاعری کا رُخ تمام تر اشاعت دین اور دعوت الی اللہ کی طرف پھر گیا، بالخصوص رد عیسائیت کے لئے آپ نے خاص طور پر پنجابی میں نظمیں لکھیں اور اسی سلسلہ میں آپ نے رسالہ "چٹھی مسیح" منظوم پنجابی میں لکھا جس کی وجہ سے آپ زیادہ معروف ہوئے کیونکہ اس نظم کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نگاہ میں شرف قبولیت و پسندیدگی عطا ہوا۔ "چٹھی مسیح" کا اصل عنوان یوں ہے: "مولویاں دی چٹھی مسیح ابن مریم وَل تے اُس دا جواب"۔ یہ نظم آپ نے جون ۱۹۰۳ء میں لکھی اور قادیان جاکر حضورؑ کو سنائی تو حضورؑ بہت خوش ہوئے۔ اس نظم کے کئی ایڈیشن اب تک شائع ہوچکے ہیں۔ پھر آپؓ نے اس نظم کا جواب بھی لکھ کر حضورؑ کو سنایا۔ حضورؑ نے اسے بھی شائع کرنے کا ارشاد فرمایا۔

حضرت مولوی صاحبؓ کو دعوت الی اللہ کو جنون تھا۔ احمدیت قبول کرنے سے پہلے بھی آپ اپنے گاؤں میں غیر مسلموں کو اسلام کا پیغام پہنچاتے رہتے تھے۔ گاؤں کے اکثر لوگ آپ کے شاگرد تھے چنانچہ آپ کی تبلیغ کے نتیجہ میں آپ کے شاگردوں میں سے بعض نے حق قبول کرلیا تو آپؓ کی سخت مخالفت ہوئی اور لوگوں نے اپنے لڑکوں کو آپؓ کے پاس پڑھنے سے روک دیا اور گاؤں میں اذان بھی بند کردی گئی جو کافی عرصہ بند رہی۔ تاہم آپ کا جوش اللہ تعالیٰ نے رائیگاں نہیں کیا اور جلد ہی ترگڑی میں حضرت اقدسؑ کے صحابہ پر مشتمل اچھی خاصی جماعت قائم ہوگئی۔

ترگڑی میں اکثر عیسائی پادری اپنے مذہب کی تبلیغ کیلئے آتے رہتے تھے اسلئے آپؓ نے "ردّ نصاریٰ" اور "ردّ کفارہ" اور "مسدس اور وفات مسیح" وغیرہ موضوعات پر بہت مؤثر پنجابی نظمیں لکھیں۔

حضرت مولوی صاحبؓ نے 24مارچ 1924ء کو گوجرانوالہ میں وفات پائی اور ترگڑی میں مدفون ہوئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے قادیان میں نماز جنازہ غائب پڑھائی اور فرمایا: "ان کی بعض نظموں نے تبلیغ میں بہت مدد دی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کی کتاب چٹھی مسیح کو بہت پسند کیا تھا۔"

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۹/جولائی ۲۰۰۴ء میں شامل اشاعت مکرمہ ارشاد عرشی ملک صاحبہ کی ایک نظم سے انتخاب پیش ہے:

اطاعت اور وفا کی راہ پر ہم کو رواں رکھنا
خلافت کا ہمارے سر پہ سائباں رکھنا
امامِ وقت اپنی ڈھال ہے، ہم ڈھال کے پیچھے
امامِ وقت کو ہر معرکے میں کامراں رکھنا
اگر منہ زور ہوں لہریں اگر طوفان آجائیں
ہماری ناؤ کا پیارے، سلامت بادباں رکھنا

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol. 12 Friday , March 11, 2005 Issue No. 10

صوبہ ارنگا (تنزانیہ) کا جلسہ سالانہ وتربیتی کلاس نومبائعین

رپورٹ ۔محمود احمد شاد ۔ریجنل مبلغ اِرنگا

امسال خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ مورخہ ۱۹ جون ۲۰۰۴ءکوصوبہ اِرنگا(IRINGA) نے اِرنگا شہر سے ملحقہ جماعت مٹویرا(MTWIRA) کی مسجد میں اپنا سالانہ جلسہ منعقد کیا۔اس جلسہ کی تیاری کے سلسلہ میں تقریباًایک ماہ قبل مختلف کمیٹیاں بنائی گئیں اوران کے سپرد مختلف شعبہ جات کئے گئے،تاکہ انتظامات احسن طریق سے کئے جائیں۔اوراس سلسلہ میں متعدد میٹنگز بھی کی گئیں۔جلسہ کی تیاری کے سلسلہ میں جماعت ارنگا شہر کے افراد نے متعدد بار وقارعمل کر کے جلسہ گاہ تیار کی۔مورخہ ۱۸ رجون کومہمانوں کی آمد شروع ہوئی اور دارالسلام مرکز سے مکرم امیر ومشنری انچارج جناب فیض احمد زاہد صاحب اپنے وفد کے ساتھ تشریف لائے۔آپ کے ساتھ نیشنل صدر انصاراللہ،نیشنل صدر خدام الاحمدیہ اورنیشنل صدر لجنہ اماء اللہ رضیہ کلُوٹا صاحبہ(جوکہ مرحوم شیخ امری عبیدی صاحب کی بیٹی ہیں) اورایک معلم ماجد سودی صاحب اِرنگاتشریف لائے۔

مورخہ ۱۹ جون بروز ہفتہ صبح ساڑھے نو بجے جلسہ کا آغاز ہوا۔تلاوت قرآن کریم ونظم کے بعدمکرم امیر صاحب نے جلسہ کاافتتاح فرمایا۔آپ نے جلسہ کی اہمیت اور ذکرالٰہی کی طرف توجہ دلائی۔اس کے بعد معلم مالکی مبوالا نے ''آنخضرت ﷺ کے اخلاق حسنہ''،معلم حسن صدر خدام الاحمدیہ تنزانیہ نے ''وفات مسیحؑ''،مکرم مزے ماکُوپا(MZEE MAKUPA) صدر انصاراللہ تنزانیہ نے ''اسلام میں بدعات'' کے موضوع پر تقریر کی ۔اور خاکسار محمود احمد شاد نے ''برکات خلافت'' کے موضوع پر تقریر کی۔

اس اجلاس کی صدارت MAJALIWA MOHAMED صدر جماعت اِرنگا شہر نے کی۔نماز ظہروعصر کی ادائیگی اور کھانے کے بعد دوپہر تین بجے دوسرے اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی۔اس اجلاس کی صدارت مکرم امیر ومشنری انچارج جناب فیض احمد زاہد صاحب نے کی۔تلاوت کے بعدمکرم محمد رفیق وردہ صاحب نے سواحیلی زبان میں اپنی نظم نہایت خوش الحانی کے ساتھ سنائی۔اس کے بعد''مسیحؑ کی آمد ثانی کی پیشگوئیاں اور حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت'' کے موضوع پر معلم حسن صاحب نے بڑی مدلل تقریر کی۔مکرم محمد رفیق صاحب نے ''انفاق فی سبیل اللہ'' کے موضوع پر جامع تقریر کی۔''اسلام میں جہاد کا تصور'' کے موضوع پر معلم ماجد سُودی صاحب نے تقریر کی ۔اس کے بعدعزیزم سعود احمد ناصر نے جلسہ سالانہ کی تاریخ اور صداقت حضرت مسیح موعودؑ کے موضوع پر تقریر کی ،اس کے بعد ایک گھنٹہ مجلس سوال و جواب ہوئی جس میں حاضرین کے سوالات کے جوابات دیئے گئے،بعد ازاں خاکسار نے جماعت اِرنگا کی طرف سے تمام حاضرین اور مہمانوں اور جلسہ میں مختلف خدمات سرانجام دینے والوں کاشکریہ ادا کیا۔اس کے بعد محترم امیر ومشنری انچارج صاحب نے اختتامی خطاب کیا۔اوراپنی قیمتی نصائح سے احباب جماعت کو نوازا۔اور دعا کے ساتھ جلسہ بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

اِس جلسہ میں ۹ جماعتوں کے نمائندگان حاضر ہوئے۔اِرنگا شہر کے باہر تمام جماعتیں نئی جماعتیں ہیں اورنومبائعین کی جماعتیں ہیں۔کل حاضری ۲۰۰ تھی ۔اس جلسہ کے بعد رات کو بعداز نمازعشاء نومبائعین کی تربیتی کلاس بھی منعقد ہوئی جس میں صدر انصاراللہ،صدر خدام الاحمدیہ اورصدر لجنہ اماء اللہ نے لجنہ سے خطاب کیا۔اور معلمین نے مختلف تربیتی امور پر تقاریر کیں۔خصوصاً نماز باجماعت اور مالی قربانی اور نظام جماعت کی اہمیت کے بارے میں بتایا گیا۔

اسی طرح مورخہ ۲۰ جون بروز ہفتہ نومبائعین نے نمازتہجد باجماعت ادا کی اورنماز فجر کے بعد درسِ قرآن وحدیث دیا گیا۔ناشتہ کے بعد صبح نو بجے سے گیارہ بجے تک پھر تربیتی کلاس جاری رہی۔اور گیارہ بجے مکرم فیض احمد زاہد صاحب امیر ومشنری انچارج نے اپنے اختتامی خطاب کے ذریعہ اس تربیتی کلاس کا اختتام کیا۔آپ نے اپنے خطاب میں نومبائعین کو خاص طور پر نظام جماعت کی اطاعت کے حوالے سے آنخضرت ﷺ کی احادیث پڑھ کر سنائیں اور اطاعت کے مضمون کی طرف توجہ دلائی۔اس کے بعدآپ نے دعا کے ساتھ اس تربیتی کلاس کا اختتام کیا۔اس کلاس میں ۶۰ نومبائعین نے شرکت کی۔جس میں خواتین بھی شامل تھیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس جلسہ اورتربیتی کلاس کے نیک اثرات ظاہر فرمائے۔آمین۔

❁❁❁❁❁

سیپو(SHEIPO) آئیوری کوسٹ میں فری میڈیکل کیمپ کا انعقاد

(رپورٹ :باسط احمد مبلغ سلسلہ یمسکرو ریجن، آئیوری کوسٹ)

یمسکرو ریجن کے ایک دورافتادہ گاؤں سیپو میں مورخہ ۲۶ ستمبر 2004ء بروز اتوار خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیاب میڈیکل کیمپ کا انعقاد کیا گیا۔سیپو، ریجنل ہیڈکوارٹر یمسکرو سے ۱۹۰ کلومیٹر اورآبدجان سے ۲۵۰ کلومیٹر کے فاصلہ پرDIVO کے قریب واقع ہے۔اکثریت غریب کسانوں پر مشتمل ہے۔اور یہاں پر میڈیکل اور دیگر سہولتوں کا فقدان ہے اہلِ گاؤں کے پُرزور اصرار پرمکرم امیر صاحب آئیوری کوسٹ نے مورخہ ۲۶ ستمبر ۲۰۰۴ء کوسیپو میں میڈیکل کیمپ لگانے کی نہ صرف منظوری عنایت فرمائی بلکہ خود بھی شرکت کرنے کا وعدہ کیا۔جس پر مقامی لوگ بہت خوش ہوئے۔

تیاری میڈیکل کیمپ

اردگرد کی جماعتوں اور دیہات میں اطلاعات بھجوائی گئیں۔کیمپ کے لئے مقامی مدرسہ کی عمارت کا انتخاب کیا گیا اس مدرسہ کے منتظم مکرم قاسم تراورے صاحب ہیں جوکہ مقامی صدر جماعت بھی ہیں۔

خدام الاحمدیہ کے مستعد نوجوانوں نے مدرسہ اور اس کے ماحول کی صفائی کا کام وقارعمل کے ذریعہ کیا۔مریضوں کے بیٹھنے کے لئے کرسیوں اوربنچوں کا انتظام کیا گیا۔خاکسار مورخہ ۲۶ ستمبر کومکرم ڈاکٹر عثمان تیرو صاحب ریجنل صدر یمسکرو ریجن،مکرم ابراہیم سیلا صاحب اورمکرم اسماعیل بوارے صاحب لوکل معلمین کے ہمراہ سیپو پہنچا اورانتظامات کا جائزہ لیا۔

مورخہ ۲۶ ستمبر ۲۰۰۴ء صبح ۸ بجے سے ہی مریض مدرسہ کی عمارت میں پہنچنا شروع ہوگئے تھے۔ اردگرد کے ۸ دیہات سے بھی مریض آرہے تھے۔ دس بجے تک مریضوں کی ایک بہت بڑی تعداد موجود تھی ۔۱۰:۳۰ بجے مکرم ومحترم امیر صاحب آئیوری کوسٹ عبدالرشید انور اپنے وفد کے ہمراہ ادویات لے کرآبدجان سے تشریف لائے۔آپ کے وفد میں مکرم رافع احمد تبسم صاحب مبلغ سلسلہ،مکرم اسحاق کونے صاحب لوکل مشنری،مکرم یونس اکانفے صاحب (نمائندہ[3] M.T.A. آئیوری کوسٹ)اورعزیزہ ھبۃ المنعم انور بنت عبدالرشید انور صاحب شامل تھیں۔مکرم امیر صاحب کی آمد پر بلا تاخیر مریضوں کے معائنہ کا کام شروع کر دیا گیا۔میڈیکل کیمپ کو دو شعبوں میں تقسیم کیا گیا تھااور ساتھ ہی رجسٹریشن کا کام بھی ہورہاتھا۔

شعبہ ہومیوپیتھی

اس شعبہ میں مکرم امیر صاحب آئیوری کوسٹ مریضوں کامعائنہ کررہے تھے اوران کے لئے ہومیو ادویات تجویز کررہے تھے۔ان کے ساتھ رجسٹریشن کا کام عزیزہ ھبۃ المنعم کررہی تھیں۔مریضوں کی اکثریت فرنچ زبان سے ناواقف تھی اور لوکل زبان جو لا یامورے جانتے تھے۔ترجمانی کا کام مکرم ابراہیم سیلا صاحب اورمکرم اسماعیل بوارے صاحب کر رہے تھے۔دوسری طرف مریضوں کو ادویات تیار کر کے دینے کی ڈیوٹی مکرم رافع احمد تبسم صاحب اور اسحاق کونے صاحب دے رہے تھے۔اس شعبہ کے تحت ۲۴۱ مریضوں کا علاج کیا گیا۔

شعبہ ایلوپیتھی

اس شعبہ میں مکرم ڈاکٹر عثمان تیرو صاحب مریضوں کا معائنہ کررہے تھے اورساتھ ادویات بھی دے رہے تھے بعض مریضوں کوانجکشن کی ضرورت تھی مکرم ڈاکٹر عثمان صاحب ہی انہیں انجکشن بھی لگارہے تھے ،ان کے ساتھ مریضوں کی رجسٹریشن اور بعض مریضوں کو ساتھ ہومیو ادویات خاکسار دے رہا تھا۔خاکسار کی معاونت لوکل خدام کررہے تھے۔اس شعبہ کے تحت ۴۰ مریضوں کے علاج کی توفیق ملی۔ مریضوں کے علاج کے لئے ہومیواورایلوپیتھی ادویات وافر مقدار میں موجود تھیں۔غانا سے ہومیو سیرپ اور کمپاؤنڈز وافر مقدار میں منگوائے گئے تھے۔دونوں شعبہ جات کے تحت خدا تعالیٰ کے فضل سے کُل ۲۸۱ مریضوں کاعلاج کرنے کی توفیق ملی۔(الحمدللہ علیٰ ذٰلک)

اس کیمپ کےانتظام میں مقامی صدرصاحب جماعت،گاؤں کے چیف صاحب،قائدخدام الاحمدیہ اورخدام نے خصوصی تعاون کا مظاہرہ کیا۔جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام مریضوں کو شفائے کاملہ وعاجلہ سے نوازے اورہمیں آئندہ بھی خدمت خلق کے کام کرنے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے اوراپنے فضلوں سےنوازے ۔(آمین)